Spot CMYK#Waheed

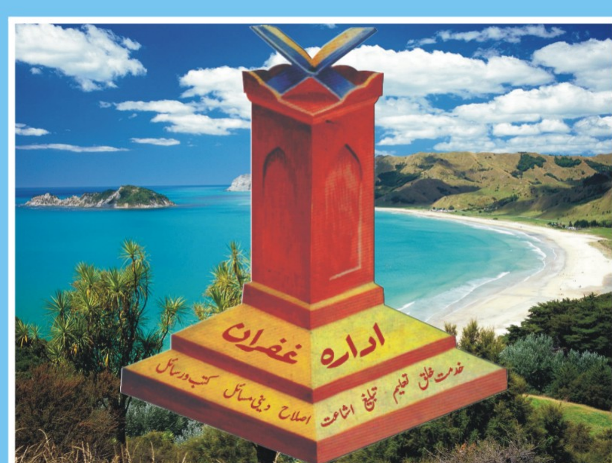

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس　مفتی محمد امجد　حکیم محمد فیضان　غفار الحق

فی شمارہ..............25 روپے

سالانہ..............300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270　فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....ماہِ رمضان میں خدمتِ خلق اور نفع رسانی کی ضرورت..... مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن(سورہ بقرہ: قسط۹۴)...... غیرُ اللہ کے نام پر ذبح شدہ کی حرمت اور مضطر کا حکم...// // ۵

درسِ حدیث ....اولاد کے ساتھ صلہ رحمی کی فضیلت واہمیت (قسط۱)...// // ۱۴

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

جنت کی کہانی قرآن کی زبانی (جنت اور اس کی بہاریں: قسط۲)......................مفتی محمد امجد حسین ۲۰

راول ڈیم سے خان پور ڈیم تک (ساتویں وآخری قسط)..............................ابوعشرت حسین ۲۴

رمضان اور عید کے چاند کے احکام..مفتی محمد رضوان ۲۷

رمضان میں فجر کی جماعت جلدی ادا کرنا................................// // // ۳۱

رمضان میں افطار کی وجہ سے مغرب کی نماز میں تاخیر کرنا.......................// // // ۳۲

صدقۂ فطر کی فضیلت..// // // ۳۷

سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کے فضائل..................................مولانا محمد ناصر ۴۰

شراب اور نشہ کے دنیاوی اور دینی نقصانات (قسط۴)...........................مفتی محمد رضوان ۴۵

تجارت انبیاء وصلحاء کا پیشہ (قسط۹)..مفتی منظور احمد ۴۹

ماہِ رجب: چھٹی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.......................مولانا طارق محمود ۵۳

علم کے مینار...عمر خیام ایک عظیم مگر مظلوم فلسفی وریاضی دان (قسط۵)....مفتی محمد امجد حسین ۵۶

تذکرۂ اولیاء:.............. اولیاء اللہ کے عجیب واقعات.................// // ۶۰

پیارے بچو! .... قیمتی ہیرا......................بنتِ فاطمہ ۶۳

بزمِ خواتین .... عدت کے احکام (قسط۶).......................مفتی محمد یونس ۶۵

آپ کے دینی مسائل کا حل... معتکف کو جمعہ کے دن یا ٹھنڈک کی غرض سے غسل کا حکم..ادارہ ۶۷

کیا آپ جانتے ہیں؟.............. اچھے اور بُرے خواب (قسط۱۳)......مفتی محمد رضوان ۸۱

عبرت کدہ .... حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۲۵)...........ابوجویریہ ۸۴

طب وصحت.... کلونجی (Black Cumin) کے فوائد وخواص (قسط۴)....مفتی محمد رضوان ۸۷

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..........مولانا محمد امجد حسین ۸۹

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........حافظ غلام بلال ۹۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

ماہِ رمضان میں خدمتِ خلق اور نفع رسانی کی ضرورت؟

رمضانُ المبارک کا مہینہ انتہائی عبادت اور فضیلت کا مہینہ ہے، اور اس مہینہ کی عبادتیں دو قسم کی ہیں؛ ایک وہ جن کا اپنی ذات سے تعلق ہے، اور دوسری وہ جن کا دوسرے لوگوں سے تعلق ہے۔

جن عبادات کا اپنی ذات سے تعلق ہے، اُن میں روزہ، اور تراویح وغیرہ داخل ہیں۔

اور جن عبادات کا تعلق دوسرے لوگوں سے ہے، اُن میں سخاوت اور دوسرے کی اعانت جیسے اعمال داخل ہیں احادیث میں آتا ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضانُ المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ سخاوت فرماتے تھے (ملاحظہ ہو: بخاری، حدیث نمبر ۶)

اس لئے اس مہینہ کا تقاضا یہ ہے کہ تمام مسلمان دونوں قسم کی عبادات کا حق ادا کریں۔

آج کل عام طور پر پہلی عبادت کو تو بہت سے لوگ اہمیت دیتے ہیں، جس کا تعلق اپنی ذات سے ہوتا ہے، لیکن دوسری عبادت کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے؛ اور اگر کچھ لوگوں کے دِلوں میں اہمیت ہوتی بھی ہے تو وہ مخصوص صورتوں میں ہوتی ہے، مثلاً کسی روزہ دار کو افطار کرادینا، اور کچھ صدقہ خیرات کردینا۔

جبکہ اس عبادت کا دائرہ بہت وسیع ہے، جس میں خدمتِ خلق، اور نفع رسانی کی تمام صورتیں داخل ہیں، کیونکہ سخاوت کا مقصد بھی دوسرے کی مدد کرنا، اور اس کو نفع پہنچانا ہوتا ہے۔

لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہوا کہ رمضانُ المبارک کے مہینہ میں ہر مسلمان حسبِ حیثیت اپنے متعلقہ شعبہ کو خدمتِ خلق اور دوسروں کی نفع رسانی کا ذریعہ بنائے۔

چنانچہ تاجر کو چاہئے کہ وہ اچھی اور معیاری چیز تیار اور فروخت کرے، اور اپنی تجارت کے نفع کے تناسب کو کم کرکے آخرت کی تجارت کے نفع میں اضافہ کرے۔

ملازم کو چاہئے کہ وہ اپنی ملازمت کے شعبہ کو بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام دے تاکہ اُس کے نفع رسانی کی وجہ سے آخرت کے ثواب میں اضافہ ہو۔

اسی طرح ہر شعبۂ زندگی سے منسلک مسلمان کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق خدمتِ خلق اور نفع رسانی کے جذبہ کو بروئے کار لانا چاہیے۔

مگر ایک مدت سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ رمضانُ المبارک کے مہینہ میں بیشتر مسلمان عبادت کے اس اہم پہلو کو نظر انداز کردیتے ہیں، اور وہ اس مہینہ کو آخرت کے بجائے دنیا کا زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کا ذریعہ بناتے ہیں، اور بہت سے لوگ تو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کم ناپنے، کم تولنے، غلط بیانی کرنے، جھوٹ بولنے حتیٰ کہ جھوٹی قسمیں اُٹھانے اور کام چوری کرنے سے بھی پرہیز نہیں کرتے، اور اس طرح کی حرکات میں عام طور پر لوگ روزہ رکھ کر مبتلا ہوتے ہیں، جس کے نتیجہ میں رمضان المبارک کے اہم عمل روزہ کے آغاز اور اختتام میں بھی حرام خوری کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ان حالات میں ہر سال رمضانُ المبارک کا مہینہ ایک روایتی انداز میں آکر گزر جاتا ہے، اور اس کی وجہ سے اپنے اندر کوئی خاطر خواہ تبدیلی نہیں آتی۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ رمضانُ المبارک کا آغاز ہونے سے پہلے ہی ذخیرہ اندوز حرکت میں آجاتے ہیں، اور کئی اشیائے ضروریہ اور خوردونوش کے سامان کا ذخیرہ کرکے رکھ لیتے ہیں، تاکہ رمضانُ المبارک کے مہینہ میں مہنگے ترین داموں پر بیچ کر دنیا کا زیادہ سے زیادہ نفع کما سکیں۔

پھر جب رمضانُ المبارک کا مہینہ شروع ہوجاتا ہے، تو ذخیرہ اندوزوں کے علاوہ تاجر سے لے کر ملازم اور ادنیٰ درجہ کے پیشہ ور شخص کی طرف سے بھی زیادہ سے زیادہ پیسہ کمانے اور جمع کرنے کی ہوس میں اضافہ ہوجاتا ہے؛ مسلمانوں کا یہ طرزِ عمل انتہائی افسوس ناک اور شرم ناک ہے۔

دوسری طرف جب ہم دنیا میں پائے جانے والے دیگر مذاہب کے لوگوں کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں، تو معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے کہ اُن لوگوں کے مذہبی عبادت والے خاص موقعوں پر چیزوں کی قیمتوں میں غیر معمولی کمی کردی جاتی ہے، بطورِ خاص عیسائیوں کے کرسمس ڈے کے موقع پر قیمتوں میں غیر معمولی کمی دیکھنے میں آتی ہے، جس کا آغاز کرسمس ڈے کی آمد سے کافی پہلے ہوجاتا ہے، اور اس کی وجہ سے تہوار کو معاشرتی پہلو کے لحاظ سے بھی عالمی سطح پر غیر معمولی اہمیت دی جاتی ہے؛ جبکہ رمضانُ المبارک اور عیدین وغیرہ کے مواقع پر مسلمانوں کو اس طرح کی آسانی اور ارزانی پیدا کرنی چاہیے تھی، یہ اُن کے دین کا مطالبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے ان احوال کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

(سورہ بقرہ قسط۹۴، آیت ۱۷۳) مفتی محمد رضوان

غیرُ اللہ کے نام پر ذبح شدہ کی حرمت اور مضطر کا حکم

وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۷۳)

ترجمہ: اور (حرام کیا گیا) اس چیز کو جس پر اللہ کے غیر کا نام لیا گیا ہو، پس جو شخص مضطر ہو جائے، باغی نہ ہو اور نہ زیادتی کرنے والا ہو، تو اس پر گناہ نہیں ہے، بے شک اللہ غفور الرحیم ہے (۱۷۳)

تفسیر وتشریح

مُردار، بہتا ہوا خون اور خنزیر کے حرام ہونے کو بیان کرنے کے بعد چوتھی چیز یہ بیان کی گئی کہ جس پر غیرُ اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

اور اس کے بعد مضطر اور مجبور شخص کے بارے میں فرمایا کہ وہ اگر ان چیزوں کو استعمال کرے، لیکن نہ تو باغی ہو، اور نہ زیادتی کرنے والا ہو، تو اس پر کوئی گناہ نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ غفورُ الرحیم ہے؛ وہ ایسے مضطر اور مجبور لوگوں سے اپنے غفورُ الرحیم ہونے کا مظاہرہ کرتے ہوئے گناہ کو ختم فرما دیتا ہے۔

غیرُ اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور

چوتھی چیز جس کو سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں حرام قرار دیا گیا ہے، وہ ہے کہ جس پر غیرُ اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اس کو قرآن مجید کی زبان میں ''مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' قرار دیا گیا ہے۔

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (سورۃ الانعام آیت ۱۴۵)

ترجمہ: یا جو ایسا گناہ کا جانور ہو، جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو (سورہ انعام)

لفظِ ''اُهِلَّ'' عربی کے لفظ ''اھلال'' سے بنا ہے، اور ''اھلال'' لغت میں درحقیقت بلند آواز سے تکبیر کہنے کو کہا جاتا ہے، اور اہلِ عرب کی عادت تھی کہ وہ چاند دیکھتے وقت بآوازِ بلند تکبیر کہتے تھے، اس وجہ سے چاند

دیکھنے کو رؤیتِ ہلال بھی کہا جانے لگا، اور پیدائش کے وقت بچہ کے آواز نکالنے کو بھی عربی میں اہلال کہا جاتا ہے۔

غیرُ اللہ میں اللہ کے علاوہ ہر چیز داخل ہے، اور بت بھی داخل ہیں، جیسا کہ مشرکین کی عادت تھی کہ وہ غیر اللہ یعنی اپنے معبودانِ باطلہ اور بتوں کے نام پر جانوروں کو ذبح کیا کرتے تھے۔ [۱]

اور کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں غیرُ اللہ کا لفظ عام ہونے کی وجہ سے سب چیزوں کو شامل ہے۔

لہٰذا جو جانور اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے، وہ حرام ہے۔ [۲]

---

[۱] وقال ابن زید ما ذبح علی النصب وما اهل لغیر الله به واحد قلت العطف یقتضی التغایر فالظاهر ما قیل انها كانت حجارة منصوبة حول البیت یذبحون علیها ویعدون ذلک قربة (التفسیر المظهری، سورة المائدة، تحت آیة ۳)

وقیل ":علی "بمعنی اللام، أی لأجلها، قال قطرب قال ابن زید :ما ذبح علی النصب وما أهل به لغیر الله شی واحد .قال ابن عطیة :ما ذبح علی النصب جزء مما أهل به لغیر الله، ولکن خص بالذکر بعد جنسه لشهرة الأمر وشرف الموضع وتعظیم النفوس له (تفسیر القرطبی، سورة المائدة، تحت آیة ۳)

وقوله وما أهل لغیر الله به أی ما ذبح فذکر علیه اسم غیر الله فهو حرام لأن الله تعالی أوجب أن تذبح مخلوقاته علی اسمه العظیم، فمتی عدل بها عن ذلک وذکر علیها اسم غیره من صنم أو طاغوت أو وثن أو غیر ذلک من سائر المخلوقات فإنها حرام بالإجماع (تفسیر ابنِ کثیر، سورة المائدة، تحت آیة ۳)

والذی یظهر من الآیة تحریم ما ذبح لغیر الله، فیندرج فی لفظ غیر الله الصنم والمسیح والفخر واللعب، وسمی ذلک إهلالا، لأنهم یرفعون أصواتهم باسم المذبوح له عند الذبیحة، ثم توسع فیه وکثر حتی صار اسما لکل ذبیحة جهر علیها أو لم یجهر، کالإهلال بالتلبیة صار علما لکل محرم رفع صوته أو لم یرفعه.

ومن حمل ذلک علی ما ذبح علی النصب، وهی الأوثان، أجاز ذبیحة النصرانی، إذا سمی علیها باسم المسیح .وإلی هذا ذهب عطاء ومکحول والحسن والشعبی وابن المسیب والأوزاعی واللیث .وقال أبو حنیفة وأبو یوسف ومحمد وزفر ومالک والشافعی :لا تؤکل ذبائحهم إذا سموا علیها اسم المسیح، وهو ظاهر قوله :لغیر الله کما ذکرناه، لأن الإهلال لغیر الله، هو إظهار غیر اسم الله، ولم یفرق بین اسم المسیح واسم غیره (تفسیر البحر المحیط، سورة البقرة، تحت آیات ۱۶۸، تا ۱۷۶)

[۲] وقوله وما أهل لغیر الله به أی ما ذبح فذکر علیه اسم غیر الله فهو حرام لأن الله تعالی أوجب أن تذبح مخلوقاته علی اسمه العظیم، فمتی عدل بها عن ذلک وذکر علیها اسم غیره من صنم أو طاغوت أو وثن أو غیر ذلک من سائر المخلوقات فإنها حرام بالإجماع .وإنما اختلف العلماء فی متروک التسمیة إما عمدا أو نسیانا کما سیأتی تقریره فی سورة الأنعام(تفسیر ابنِ کثیر، ج۳ص۱۳، سورة المائدة)

وما أهل به لغیر الله أی ما وقع متلبسا به أی بذبحه الصوت لغیر الله تعالی، وأصل الإهلال عند کثیر من أهل اللغة رؤیة الهلال لکن لما جرت العادة أن یرفع الصوت بالتکبیر إذا رئی سمی بذلک إهلالا، ثم قیل لرفع الصوت وإن کان بغیره، والمراد -بغیر الله -تعالی الصنم وغیره کما هو الظاهر (تفسیر روح المعانی،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شرعی طریقہ پر ذبح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهٗ لَفِسْقٌ (سورة الانعام آیت ۱۲۱)

ترجمہ: اورجس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، تو اس میں سے مت کھاؤ، اورایسا کرنا فسق (یعنی سخت گناہ) ہے (سورہ انعام)

اس آیت سے اللہ کا نام لئے بغیر ذبح کئے ہوئے جانور کے کھانے کا حرام ہونا معلوم ہوا، اوراس کوفسق اور گناہ قرار دیا گیا۔

لیکن بھول کر اللہ کا نام رہ جائے، تو یہ فسق اور گناہ نہیں، لہٰذا ایسا ذبیحہ حلال ہوگا۔

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيْحَةِ وَمَنْ تَرَكَ مُتَعَمِّدًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ نَسِيَ فَلَا بَأْسَ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرُ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهٗ لَفِسْقٌ) وَالنَّاسِيْ لَا يُسَمّٰى فَاسِقًا (بخاری، کتاب الذبائح والصید)

ترجمہ: یہ بیان ہے ذبیحہ پر اللہ کا نام لینے کا، اور جو شخص جان بوجھ کر اللہ کا نام چھوڑ دے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو اللہ کا نام بھول جائے، اس میں کوئی حرج نہیں، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''اور نہ کھاؤ تم اس کو جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، کیونکہ یہ عمل فسق ہے''

اور بھول جانے والے کو فاسق قرار نہیں دیا جاتا (بخاری)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ج ۱ ص ۴۴۰، سورة البقرة)

أصل الإهلال رفع الصوت لأن رفع الصوت يقع بذكر الشيء عند ظهوره قوله وما أهل لغير الله به وهو من استهلال الصبى أى أنه من رفع الصوت بذلك فاستهل الصبى أى رفع صوته بالصياح إذا خرج من بطن أمه وأهل به لغير الله أى رفع الصوت به عند الذبح للأصنام ومنه استهلال المطر والدمع وهو صوت وقعه بالأرض ومن لازم ذلك الظهور غالبا(فتح البارى لابنِ حجر، ج۳ص۴۱۵،قوله باب كيف تهل الحائض والنفساء)

لہٰذا جب کسی جانور پر غیر اللہ کا نام لیا جائے، تو اس کے ذبح ہونے کی جو بنیادی شرط ہے، وہ فوت ہو جاتی ہے، اس لئے وہ مردار کی طرح حرام ہو جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ أَهَلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۵۸۹۶، ذِكْرُ لَعْنِ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ)

في حاشية ابنِ حبان: إسناده صحيح

ترجمہ: جو شخص غیرُ اللہ کے نامزد کرے، اس پر اللہ کی لعنت ہے (ابنِ حبان)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ان الفاظ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ (مسلم، رقم الحديث ۱۹۷۸ "۴۴")

ترجمہ: جو شخص غیرُ اللہ کے نام پر ذبح کرے، اس پر اللہ کی لعنت ہے (مسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۸۱۶) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص غیرُ اللہ کے نام پر ذبح کرے، اس پر اللہ کی لعنت ہے (مسند احمد)

حضرت عائشہ اور حضرت ابو بُرزہ اسلمی رضی اللہ عنہما سے بھی اس قسم کی روایات مروی ہیں۔ [2]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] في حاشية مسند احمد: إسناده جيد.

[2] عَنْ قَابُوسَ ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ ، فَقَالَتْ :إِنَّ لَنَا أَظْآرًا مِنَ الْمَجُوسِ وَإِنَّهُمْ يَكُونُ لَهُمَ الْعِيدُ فَيُهْدُونَ لَنَا ، فَقَالَتْ :أَمَّا مَا ذُبِحَ لِذَلِكَ الْيَوْمِ فَلاَ تَأْكُلُوا ,وَلَكِنْ كُلُوا مِنْ أَشْجَارِهِمْ (مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ۳۳۳۴۱، ما قالوا فِي طعامِ المجوسِ وفواكِهِهِم)

عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ ,أَنَّهُ كَانَ لَهُ سُكَّانٌ مَجُوسٌ فَكَانُوا يُهْدُونَ لَهُ فِي النَّيْرُوزِ وَالْمِهْرَجَانِ , فَيَقُولُ لأَهْلِهِ :مَا كَانَ مِنْ فَاكِهَةٍ فَاقْبَلُوهُ ,وَمَا كَانَ سِوَى ذَلِكَ فَرُدُّوهُ (مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ۳۳۳۴۲، ما قالوا فِي طعامِ المجوسِ وفواكِهِهِم)

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ (سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث ۲۸۲۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتیوں کے باہم مقابلہ کے طور پر ذبح کرنے سے منع فرمایا (ابوداؤد)

عرب میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر وتفاخر کے طور پر جانور ذبح کرنے کا رواج تھا، اس کو مذکورہ حدیث میں منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس سے مقصود اللہ کی رضا نہیں ہوتی، لہٰذا وہ غیرُ اللہ کے نام پر ذبح کئے جانے کے مشابہ ہوجاتا ہے۔ [۱]

کسی جانور پر غیرُ اللہ کا نام لینے کی ایک صورت تو بالکل واضح ہے، وہ یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت غیرُ اللہ کا قُرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے غیرُ اللہ کا نام لے، مثلاً یہ کہ میں اس جانور کو فلاں نبی یا ولی وغیرہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں۔

اور اگر کوئی ذبح کے وقت اللہ کا بھی نام لے، اور غیر اللہ کے نام کو بھی اس کا قُرب اور رضا حاصل کرنے کے لئے ساتھ شریک کرے، مثلاً یہ کہ میں اس جانور کو اللہ اور نبی کے نام سے ذبح کرتا ہوں، تب بھی کیونکہ اس میں غیرُ اللہ کی شرکت پائی جاتی ہے، اس لئے یہ صورت بھی غیرُ اللہ کے نام لینے میں داخل ہے، اور ایسا جانور حرام ہے۔ [۲]

---

[۱] عن ابن عباس قال :نهى رسول الله (صلى الله عليه وسلم) عن معاقرة الأعراب .وأراد بمعاقرة الأعراب :أن يتبارى الرجلان ، فيعقر هذا عددا من إبله ، ويعقر صاحبه ، فأيهما كان أكثر عقرا ، غلب صاحبه ، كره لحومها لئلا يكون مما أهل به لغير الله سبحانه وتعالى .قال الخطابى حمه الله :وفى معناه ما جرت به عادة الناس من ذبح الحيوان عند قدوم الملوک والرؤساء ، وأوان حدوث نعمة تتجدد لهم فى نحو ذلک من الأمور(شرح السنة للبغوى، ج ۱۱ ص ۲۲۶ ،باب كراهية ذبح الحيوان لغير الأكل)

[۲] يكره ان يذكر مع اسم الله عند الذبح شيئا غيره موصولا لا معطوفا مثل ان يقول عند الذبح بسم الله اللهم تقبل من فلان لكن لا يحرم ونظيره بسم الله محمد رسول الله بالرفع وان ذكر موصولا على وجه العطف والشركة نحو ان يقول بسم الله واسم فلان او بسم الله ومحمد رسول الله بالجر يحرم الذبيحة لانه اهل بها لغير الله (التفسير المظهرى، ج۳ص ۲۰، سورة المائدة)

الشريطة (الخامسة) - من شرائط الذابح -ألا يهل لغير الله بالذبح .والمقصود هو تعظيم غير الله سواء أكان برفع الصوت أم لا، وسواء أكان معه تعظيم الله تعالى أم لا، وقد كان المشركون يرفعون أصواتهم عند الذبح بأسماء الآلهة متقربين إليها بذبائحهم وهى شريطة متفق عليها لتصريح القرآن الكريم بها، إلا أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض فقہائے کرام نے فرمایا کہ اگر کسی جانور کو ذبح کرتے وقت زبان سے غیرُ اللہ کے الفاظ کو ادا نہ کرے، بلکہ اللہ ہی کا نام لے، لیکن اس ذبح سے مقصود غیرُ اللہ کا قُرب اور اس کی رضا وخوشنودی کو حاصل کرنا ہو، جیسا کہ مشرک لوگ بعض اوقات کسی جانور کو متبرک مقام پر لے جا کر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں، لیکن اُس جانور کو ذبح کرنے کا مقصد کسی بُت وغیرہ کی خوشنودی اور اس کی رضا کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی مسلمان جانور کو کسی نبی یا ولی وغیرہ کے مزار پر لے جا کر ذبح کرے، اور ظاہری طور پر زبان سے ذبح کے وقت اللہ کا نام لے، لیکن اس جانور کو ذبح کرنے کا مقصد اس نبی یا ولی وغیرہ کی خوشنودی اور اس کی رضا کو حاصل کرنا ہو، یا اس کے نتیجہ میں اس نبی یا ولی کے خوش اور راضی ہو کر رزق یا اولاد یا صحت وغیرہ دینے کا نظریہ موجود ہو، تو بعض حضرات نے فرمایا کہ ایسا جانور بھی ''ما اہل لغیر اللہ بہ'' میں داخل ہو کر حرام ہے، کیونکہ اس صورت میں بھی جانور کو ذبح کرنے کی اصل علت اور وجہ غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المالكية يستثنون الكتابى فى بعض أحواله كما تقدم فى الشريطة الثانية من شرائط الذابح .

وللإهلال لغير الله صور:

الصورة الأولى:ذكر اسم غير الله عند الذبح على وجه التعظيم سواء أذكر معه اسم الله أم لا، فمن ذلك أن يقول الذابح :بسم الله واسم الرسول فهذا لا يحل؛ لقوله تعالى :(وما أهل لغير الله به) ولأن المشركين يذكرون مع الله غيره فتجب مخالفتهم بالتجريد .ولو قال الذابح -بسم الله -محمد رسول الله فإن قال: ومحمد -بالجر -لا يحل، لأنه أشرك فى اسم الله اسم غيره .وإن قال :ومحمد -بالرفع -يحل؛ لأنه لم يعطفه بل استأنف فلم يوجد الإشراك، إلا أنه يكره لوجود الوصل من حيث الصورة فيتصور بصورة الحرام فيكره، هذا ما صرح به الحنفية.

وصرح الشافعية بأنه لو قال :بسم الله واسم محمد، فإن قصد التشريك كفر وحرمت الذبيحة، وإن قصد أذبح باسم الله وأتبرك باسم محمد كان القول مكروها والذبيحة حلالا، وإن أطلق كان القول محرما لإبهامه التشريك وكانت الذبيحة حلالا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۱، ص ۱۹۳، مادة ذبائح)

[1] الصورة الثانية :أن يقصد الذابح التقرب لغير الله تعالى بالذبح وإن ذكر اسم الله وحده على الذبيحة ومن ذلك أن يذبح لقدوم أمير ونحوه .وفى الدر المختار وحاشية ابن عابدين عليه ما خلاصته :لو ذبح لقدوم الأمير ونحوه من العظماء (تعظيما له) حرمت ذبيحته، ولو أفرد اسم الله تعالى بالذكر؛ لأنه أهل بها لغير الله .ولو ذبح للضيف لم تحرم ذبيحته لأنه سنة الخليل عليه السلام، وإكرام الضيف تعظيم لشرع الله تعالى، ومثل ذلك ما لو ذبح للوليمة أو للبيع.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مضطر کا حکم

مذکورہ چیزوں کی حرمت کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مضطر اور مجبور کو بقدرِ ضرورت ان چیزوں کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

اور مضطر ''اضطرار'' سے بنا ہے، جس کے معنیٰ جان پر ہلاکت کا خوف ہونے اور انسان کے ایسی حالت پر پہنچ جانے کے آتے ہیں کہ اگر وہ اس چیز کو استعمال نہ کرے، تو ہلاکت کی نوبت آ جائے۔

ایسی حالت میں حرام چیز مثلاً مُردار، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور غیرُ اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کا استعمال گناہ نہیں رہتا۔

خواہ یہ اضطراری حالت کسی کے جبر و اکراہ کرنے کی وجہ سے پیش آئی ہو، مثلاً کسی کی طرف سے جان سے مارنے یا کسی عضو کے تلف کرنے کی دھمکی دے کر حرام چیز کے کھانے پینے پر مجبور کیا جائے، یا پھر کسی کے جبر و اکراہ کئے بغیر جنگل میں یا دشمن کی قید وغیرہ میں ہونے کی وجہ سے یہ حالت پیش آئی ہو کہ وہاں حرام چیز کے علاوہ کوئی چیز کھانے پینے کی میسر نہ ہو، اور اس کو کھائے پئے بغیر جان کے ضائع ہو جانے کا ڈر ہو۔

دونوں صورتوں میں حرام چیز کا کھانا پینا گناہ نہیں رہتا۔ [۱]

لیکن اضطراری حالت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس حالت میں فی الحال مبتلا ہو، اور حرام چیز کے استعمال نہ کرنے کی صورت میں ہلاکت یا عضو کے تلف ہونے کا یقین یا کم از کم غالب گمان ہو، صرف وہم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والفرق بين ما يحل وما يحرم :إن قصد تعظيم غير الله عند الذبح يحرم، وقصد الإكرام ونحوه لا يحرم
وفى حاشية البجيرمى على الإقناع "أفتى أهل بخارى بتحريم ما يذبح عند لقاء السلطان تقربا إليه
(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۱، ص ۱۹۴، مادة ذبائح)

[۱] لكن هناك حالات خاصة يجوز للشخص الإتيان بالمحرم، بشرط ألا يسرف أى لا يجاوز الحد المشروع وذلك مثل:

أ -حالة الإكراه :كما إذا أجبر شخص آخر بأكل أو شرب ما حرم الله، كالميتة والدم والخمر وغيرها.

ب -حالة الاضطرار :كما إذا وجد الشخص فى حالة لو لم يتناول المحرم هلك، ولا تكون للخروج عن هذه الحالة وسيلة أخرى، كحالة الجوع والعطش الشديدين .

ففى هذه الحالات يجوز اتفاقا -بل يجب عند الأكثر -أكل ما حرم الله من الميتة والدم والأموال المحرمة، بشرط ألا يسرف الآكل والشارب، ولا يتجاوز الحدود الشرعية المقررة التى سيأتى تفصيلها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کے درجے میں ڈر خوف ہونا معتبر نہیں۔

مذکورہ چیزوں کے حرام ہونے کا حکم بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو مضطَر ومجبور کو حرام چیز کے استعمال کی اجازت دی ہے، اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اس عنوان سے بیان فرمایا ہے کہ وہ نہ تو باغی ہو اور نہ زیادتی کرنے والا ہو، اس سے کیا مراد ہے؟

اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سمیت متعدد مفسرین اور فقہائے کرام کا فرمانا یہ ہے کہ باغی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لذت اور شہوت کے طور پر نہ کھائے، بلکہ بادلِ نخواستہ ضرورت پوری کرنے کے لئے کھائے، اور زیادتی کرنے والا نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ضرورت وحاجت سے زیادہ نہ کھائے، بلکہ صرف اتنی مقدار پر اکتفاء کرے کہ جس سے اس کی موت یا عضو کی ہلاکت کا خطرہ ٹل جائے۔

جبکہ اس کے برعکس بعض حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ باغی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی گناہ کے نتیجہ میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وتتفق حالة الإكراه مع حالة الاضطرار في الحكم، ولكنهما تختلفان في سبب الفعل، ففي الإكراه يدفع المكره إلى إتيان الفعل المحرم شخص آخر ويجبره على العمل، أما في حالة الاضطرار فيوجد الفاعل في ظروف تقتضي الخروج منها، أن يرتكب الفعل المحرم لينجي نفسه . وبهذا نكتفي بذكر حكم الإسراف في حالة الاضطرار فقط. اتفق الفقهاء على أن المضطر يجوز له الانتفاع بالمحرم، ولو كان ميتة أو دما أو لحم خنزير أو مال الغير، واستدلوا بقوله تعالى :(فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه) لكن الأكل والشرب من المحرم حال الاضطرار محدود بحدود لا يجوز التجاوز عنها والإسراف فيها، وإلا يعتبر مسيئا وآثما.

والجمهور :الحنفية، والحنابلة، وهو قول عند الشافعية، ذهبوا إلى أن مقدار ما يجوز للمضطر أكله أو شربه من المحرم هو ما يسد الرمق، فمن زاد عن هذا المقدار يعتبر مجاوزا للحد .فلا يجوز له الأكل إلى حد الشبع والتزود بالمحرم، لأن الله سبحانه وتعالى قيد جواز الانتفاع بالمحرم في حالة الاضطرار بقوله :(غير باغ ولا عاد) ، والمراد ألا يكون المضطر باغيا في أكل المحرم تلذذا، ولا متعديا بالحد المشروع، فيكون مسرفا في الأكل إذا تناول منها أكثر من المقدار الذي يمسك الرمق، فمتى أكل بمقدار ما يزول عنه الخوف من الضرر في الحال فقد زالت الضرورة، ولا اعتبار في ذلك لسد الجوعة، لأن الجوع في الابتلاء لا يبيح أكل الميتة إذا لم يخف ضررا يتركه. ومذهب المالكية، وهو قول عند الشافعية، ورواية عن أحمد، أن للمضطر أن يأكل من الميتة إلى حد الشبع إذا لم يوجد غيرها، لأن ما جاز سد الرمق به جاز الشبع منه كالمباح، بل المالكية جوزوا التزود من الميتة، وقالوا :إنه يأكل منها حتى يشبع، ويتزود منها، فإن وجد عنها غنى طرحها، لأن المضطر ليس ممن حرمت عليه الميتة، فإذا كانت حلالا له الأكل منها ما شاء ، حتى يجد غيرها فتحرم عليه، وجواز التزود للمضطر من لحم الميتة رواية عند الحنابلة . وعلى ذلك فالأكل إلى حد الشبع لا يعتبر إسرافا عند هؤلاء ، كما أن التزود من الميتة لا يعد إسرافا عند المالكية، وفي رواية عند الحنابلة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴، ص ۱۸۹ تا ۱۹۱، مادة اسراف)

اس حالت تک نہ پہنچا ہو، مثلاً گناہ کے کام کے لئے سفر کر رہا ہو، اور اس سفر کے دوران وہ اس حالت میں مبتلا ہو گیا ہو، تو چونکہ یہ شخص گناہ کی وجہ سے زیادتی کرنے والا ہے، اس لئے اس کو حرام چیز کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔ [۱]

پھر اکثر فقہائے کرام کا فرمانا یہ ہے کہ اضطراری حالت میں حرام چیز کا کھانا پینا کیونکہ گناہ نہیں رہتا، بلکہ ایک جائز اور مباح چیز کے درجہ میں آ جاتا ہے، اس لئے اگر کوئی شخص اضطراری حالت میں حرام چیز کھائے پئے نہیں، اور اسی حال میں فوت ہو جائے، تو وہ گناہ گار رہے، کیونکہ یہ ایک طرح سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

مسئلہ: خون کی خرید وفروخت جائز نہیں، اور اس کی قیمت حاصل کرنا بھی حرام ہے۔

اگر انسانی جان بچانے کی خاطر خون کی ضرورت ہو، تو ایسی مجبوری میں ضرورت مند کو خون دینا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ کارِ ثواب ہے، مگر اس کو بیچنا پھر بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی کو بغیر قیمت کے خون حاصل نہ ہو، اور اس کو خون کا حاصل کرنا ضروری ہو، تو ایسی صورت میں خریدنے والا تو مجبور ہے، اس لئے امید ہے کہ وہ قیمت دینے کی وجہ سے گناہ گار نہ ہو، لیکن فروخت کرنے والا پھر بھی گناہ گار رہے۔

---

[۱] مقدار ما يأكله المضطر من الميتة ونحوها: اتفق الفقهاء على أن المضطر يباح له أكل ما يسد الرمق ويأمن معه الموت، كما اتفقوا على أنه يحرم ما زاد على الشبع واختلفوا في الشبع.

فذهب الحنفية والشافعية -في الأظهر عندهم -والحنابلة -في أظهر الروايتين -وابن الماجشون، وابن حبيب من المالكية :إلى أن المضطر لا يأكل من الميتة إلا قدر سد الرمق، ولا يباح له الشبع، لأن آية :(فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه) دلت على تحريم الميتة، واستثنت ما اضطر إليه، فإذا اندفعت الضرورة لم يحل له الأكل للآية، يحققه أن بعد سد رمقه كحاله قبل أن يضطر، وثم لم يبح له الأكل كذا هاهنا

وقال المالكية على المعتمد عندهم، والشافعية في قول، والحنابلة في الرواية الثانية :إن المضطر يباح له الشبع لإطلاق الآية، ولما روى جابر بن سمرة أن رجلا نزل الحرة فنفقت عنده ناقة فقالت له امرأته: اسلخها حتى نقدد شحمها ولحمها ونأكله، فقال :حتى أسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فسأله فقال :هل عندك غنى يغنيك؟ قال :لا، قال :فكلوها ولم يفرق ولأن ما جاز سد الرمق منه جاز الشبع منه كالمباح، ولأن الضرورة ترفع التحريم فيعود مباحا، ومقدار الضرورة إنما هو من حالة عدم القوت إلى حالة وجوده حتى يجد. قال ابن قدامة :يحتمل أن يفرق بين ما إذا كانت الضرورة مستمرة وبين ما إذا كانت مرجوة الزوال، فما كانت مستمرة كحالة الأعرابي الذي سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم جاز الشبع، لأنه إذا اقتصر على سد الرمق عادت الضرورة إليه عن قرب، ولا يتمكن من البعد مخافة الضرورة المستقبلة ويفضي إلى ضعف بدنه، وربما أدى ذلك إلى تلفه، بخلاف التي ليست مستمرة فإنه يرجو الغنى عنها بما يحل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸ ص۱۹۷، ۱۹۸، مادة"ضرورة")

مفتی محمد رضوان

درسِ حدیث

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

S

اولاد کے ساتھ صلہ رحمی کی فضیلت واہمیت (قسط۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، فَالْأَمِيْرُ الَّذِىْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِىَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ (بخاری، رقم الحديث ۲۵۵۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک فرد نگران (وذمہ دار) ہے، پس اُس سے اُس کے ماتحتوں (اور زیرِ نگرانی لوگوں اور کاموں) کے بارے میں (قیامت کے دن) سوال کیا جائے گا؛ پس لوگوں کا امیر نگران ہے، اور اُس سے لوگوں کے (حقوق) کے بارے میں سوال کیا جائے گا؛ اور آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے، اور اُس سے گھر والوں کے (حقوق) کے بارے میں سوال کیا جائے گا؛ اور عورت اپنے شوہر کے گھر (اور اس میں موجود اشیاء کی) اور اس کی اولاد کی نگران ہے، اور اُس سے اُن (یعنی شوہر کے گھر اور اولاد) کے (حقوق) کے بارے میں سوال کیا جائے گا (بخاری)

قیامت کے دن ہر ایک نگران سے اس کے زیرِ نگران افراد اور کاموں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، کہ اُس نے اُن کے حقوق اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا یا ضائع کیا، جیسا کہ بعض احادیث میں اس کی وضاحت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اِسْتَرْعَاهُ أَحَفِظَ أَمْ ضَيَّعَ؟ (ابنِ حبان، رقم الحديث ۴۴۹۲) [۱]

[۱] فی حاشية ابنِ حبان: إسناده صحيح على شرطهما.

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ ہر نگران سے اُن چیزوں کے بارے میں سوال کرے گا، جن چیزوں کا وہ نگران بنا تھا کہ کیا اس نے ان کی حفاظت کی یا ضائع کیا (ابنِ حبان)

اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ، أَحَفِظَ أَمْ ضَيَّعَ، حَتّٰى يَسْأَلَ الرَّجُلَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ (ابنِ حبان، رقم الحديث ۴۴۹۳) [1]

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ ہر نگران سے اُن چیزوں کے بارے میں سوال کرے گا، جن چیزوں کا وہ نگران بنا تھا کہ کیا اس نے ان کی حفاظت کی یا ضائع کیا، یہاں تک کہ آدمی سے اپنے گھر والوں کے بارے میں سوال کرے گا (ابنِ حبان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے ماتحت لوگوں (اور کاموں) کے متعلق سوال کے جواب کی تیاری کرو، جس پر بعض صحابۂ کرام نے معلوم کیا کہ جواب کی تیاری کس طرح سے کریں؟ تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ ان کا جواب اعمالِ بِر (یعنی نیک اعمال) ہیں۔ [2]

بِر نیک سلوک اور احسان کو کہا جاتا ہے، جس میں اچھا برتاؤ اور حُسنِ اخلاق اور دوسروں کے حقوق کی حفاظت وادائیگی بھی داخل ہے، اور نیک سلوک کے مقابلے میں بُرا سلوک آتا ہے، جس میں بداخلاقی اور

---

[1] فی حاشیة ابنِ حبان: رجاله رجال الشیخین وهو مرسل.

[2] عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ فَالْأَمِيرُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ زَوْجَتِهِ، وَعَنْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُهُ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ لِحَقِّ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ بَيْتِهَا وَوَلَدِهَا، وَالْمَمْلُوكُ رَاعٍ لِحَقِّ مَوْلَاهُ وَمَسْئُولٌ عَنْ مَالِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ، فَأَعِدُّوا لِتِلْكَ الْمَسَائِلِ جَوَابًا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا جَوَابُهَا؟ قَالَ: أَعْمَالُ الْبِرِّ (المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۳۵۷۶؛ المعجم الصغیر للطبرانی، رقم الحدیث ۴۵۰)

قال الطبرانی فی الاوسط: لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ قَتَادَةَ، إِلَّا سَعِيدٌ، تَفَرَّدَ بِهِ: إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبَّادٍ.

وقال الطبرانی فی الصغیر: لَمْ يَرْوِهِ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا التَّمَامِ إِلَّا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، وَلَا عَنْ سَعِيدٍ إِلَّا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبَّادٍ تَفَرَّدَ بِهِ زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى.

وقال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الصغیر والأوسط بإسنادین، وأحد إسنادی الأوسط رجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۹۰۴۷، باب کلکم راع ومسؤول)

دوسروں کے حقوق کو ضائع کرنا داخل ہے۔ ۱

ان احادیث سے گھر والوں اور بطورِ خاص بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی اور اُن کے ساتھ نیک سلوک اور صلہ رحمی کی اہمیت معلوم ہوئی، کہ انسان سے ان کے حقوق کے بارے میں قیامت کے دن اہمیت کے ساتھ سوال کیا جائے گا۔ ۲

---

۱ فی النهاية :البر بالكسر الإحسان، وهو فی حق الأبوين والأقربين ضد العقوق، وهو الإساء ة إليهم، والتضييع لحقهم، يقال :بر يبر فهو بار وجمعه بررة، وجمع البر أبرار (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

أی :هذا باب فی ذكر البر والصلة، والبر والإحسان ومنه البر فی حق الوالدين وهو فی حقهما وحق الأقربين من الأهل، ضد العقوق وهو الإساء ة إليهم والتضييع لحقهم، يقال :برير فهو بار وجمعه بررة، وجمع البر أبرار (عمدة القاری، كتاب الأدب، باب البر والصلة وقول الله تعالى :(الإنسان بوالديه حسنا)

۲ (إن الله تعالى سائل) إشارة إلى تحقق وقوع ذلك (كل راع عما استرعاه) أی أدخله تحت رعايته (أحفظ ذلك أم ضيعه) بهمزة الاستفهام (حتى يسأل الرجل عن أهل بيته) أحفظهم أم ضيعهم فيعامل من قام بحق ما استرعاه عليه بفضله ويعامل من أهمله بعدله وما يعفو الله أكثر قال الطيبی :فيه أن الراعی ليس مطلوبا لذاته وإنما أقيم لحفظ ما استرعاه فعليه أن لا يتصرف إلا بمأذون الشارع فيه وهو تمثيل ليس ألطف ولا أجمع ولا أبلغ منه وزاد فی رواية فأعدوا للمسألة جوابا قالوا :وما جوابها قال :أعمال البر خرجه ابن عدی والطبرانی قال ابن حجر :بسند حسن واستدل به على أن المكلف يؤاخذ بالتقصير فی أمر من فی حكمه وفيه بيان كذب الحديث الذی افتراه بعض المتعصبين لبنی أمية ففی آداب القضاء للكرابيسی عن الشافعی رضی الله عنه بسنده دخل الزهری على الوليد بن عبد الملك فسأله عن حديث إن الله إذا استرعى عبدا للخلافة كتب له الحسنات ولم يكتب عليه السيئات فقال له كذب ثم تلا (يا داود إنا جعلناك خليفة فی الأرض) إلى (بما نسوا يوم الحساب) فقال الوليد :إن الناس ليغروننا.

(ن حب عن أنس) ورواه عنه أيضا البيهقی فی الشعب وفيه معاذ بن هشام حديثه فی الستة لكن أورده الذهبی فی الضعفاء وقال قال ابن معين صدوقا وليس بحجة وقال غيره له غرائب وتفردات (فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۱۷۴۵)

(وعن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی قال :كلكم راع) أی حافظ مؤتمن ملتزم صلاح ما اؤتمن على حفظه فهو مطلوب بالعدل فيه والقيام بمصالحه (كلكم مسؤول عن رعيته) أی هل قام بما عليه من صلاحها وحفظها والقيام بمصلحتها أولاً (والأمير) أی ذو الأمر فيشمل سائر الحكام، وفی رواية الإمام، وعليها فخص بالذكر لأنه الأشرف الأكمل وباقی الولاة مثله كما أفادته رواية الباب، والأمير (راع) على من تحت ولايته فعليه النظر فی شأنهم وتسديد أمرهم ودفع المضرات عنهم (والرجل راع على أهل بيته) فيقوم بكفايتهم من سائر المؤن بحسب حاله يساراً وإعساراً، ويأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويبين لهم ما يحتاجون إليه من أمر الشرائع (والمرأة راعية على بيت زوجها) فتقوم بحفظه عن السارق والهرة وسائر المتلفات، ولا تخزن فيه ولا تتصدق بما تعلم أنه لا يرضى به (وولده) فتقوم بحضانته وخدمته .قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقُوْا فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدِىْ دِيْنَارٌ، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ: عِنْدِىْ آخَرُ، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى زَوْجَتِكَ قَالَ: عِنْدِىْ آخَرُ، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى وَلَدِكَ (نسائی رقم الحديث ۲۵۳۵، واللفظ لهٗ؛ ابوداوٗد حديث نمبر ۱۶۹۱، کتاب الزكاة، باب فى صلة الرحم؛ مسند احمد حديث نمبر ۷۴۱۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم صدقہ دو، تو ایک آدمی نے عرض کیا کے اے اللہ کے رسول! میرے پاس دینار ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس کو اپنی جان پر صدقہ کیجئے (یعنی پہلے اپنی جان کا حق ادا کیجئے) اُس نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسے اپنی بیوی پر صدقہ کیجئے (یعنی اپنی بیوی کا حق ادا کیجئے) اُس نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسے اپنی اولاد پر صدقہ کیجئے (یعنی اس کا حق ادا کیجئے) (نسائی)

بعض روایات میں اولاد کو بیوی سے پہلے ذکر کیا گیا ہے، لیکن کیونکہ اولاد سے پہلے انسان کا بیوی سے تعلق قائم ہوتا ہے، اور بیوی کے حقوق اولاد کے حقوق سے پہلے انسان پر لازم ہوا کرتے ہیں، اس لئے صدقہ اور خرچ کرنے کے اعتبار سے بیوی کا ذکر پہلے ہونا راجح ہے، اگرچہ بچوں کا نان نفقہ بھی والد پر واجب ہے، لیکن کیونکہ بیوی سے انسان کا رشتہ نکاح کے ایجاب وقبول سے قائم ہوتا ہے، جو طلاق وغیرہ سے ختم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الخطابى: اشتركوا يعنى الأمير ومن بعده فى الوصف بالراعى، ومعناه مختلف، فرعاية الإمام الأعظم رعاية الشريعة بإقامة حدودها والعدل فى الحكم، ورعاية الرجل أهله سياسته لأمرهم وإيصال حقوقهم، ورعاية المرأة تدبيرها لأمر البيت والأولاد والخدم والنصيحة للزوج (فكلكم) حتى من لا أمر له ولا زوجة وهو الإنسان فى نفسه فإنه (راع) على جوارحه فيعمل المأمورات ويجتنب المنهيات فعلاً ونطقاً واعتقاداً، فجوارحه وقواه وحواسه رعاياه، ثم لا يلزم من كونه راعياً أن لا يكون مرعياً باعتبار آخر (وكلكم مسؤول عن رعيته) هل قام بما يجب لها عليه أولا؟ وجاء فى حديث أنس مثل حديث ابن عمر، وفى آخره فاعدد للمسألة جواباً، قال: وما جوابها؟ قال: أعمال البرّ أخرجه ابن عديّ والطبرانى فى الأوسط وسنده حسن (دليل الفالحين، تحت رقم الحديث ۲۸۳۳، باب حق أى واجب الزواج على المرأة)

ہوسکتا ہے، اوراولاد کے ساتھ پیدائش کی وجہ سے نسبی رشتہ قائم ہوتا ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوتا، اس حیثیت سے اولاد کا رشتہ زیادہ قوی ہے۔ [1]

اور صدقہ سے مراد نان ونفقہ ہے، جس میں کھانے پینے اور رہنے سہنے اور پہننے کی ضروریات (نہ کہ فضولیات) داخل ہیں۔ [2]

جس کی دوسری احادیث میں وضاحت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابومسعودانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

إِذَا أَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلَى أَهْلِهِ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً (بخاری، رقم الحديث ۵۳۵۱، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل، واللفظ لهٗ؛ مسلم، رقم الحديث ۴۸"۲۰۰۲"، اب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد، والوالدين ولو كانوا مشركين)

ترجمہ: جب مسلمان اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے، تو وہ اُس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور گھر والوں میں بیوی اور بچے سب داخل ہیں۔ [3]

---

[1] وروى النسائي أيضا من حديث ابن عجلان عن سعيد المقبرى عن أبى هريرة قال رجل :يا رسول الله عندى دينار .قال "تصدق به على نفسک "قال :عندى آخر .قال "تصدق به على زوجتک ."قال: عندى آخر .قال" :تصدق به على ولدک "قال :عندى آخر .قال" :تصدق به على خادمک "قال: عندى آخر .قال" :أنت أبصر به ."ورواه أبو داود والحاكم لكن بتقديم الولد على الزوجة والذى أطبق عليه الأصحاب كما قاله فى الروضة تقديم الزوجة لأن نفقتها آكد لأنها لا تسقط بمضى الزمان ولا بالإعسار ولأنها وجبت عوضا عن التمكين .ومباحث ذلک تأتى إن شاء الله تعالى فى النفقات بعون الله (إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج۳، ص ۳۰، باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى)

[2] المراد من الصدقة فيه:النفقة (شرح ابى داوٗد للعينى، تحت رقم الحديث ۱۸۱۱، بابفى صِلَة الرحم)

[3] يعنى :مروهم بالخير وانهوهم عن الشر وعلّموهم وأدِّبوهم تَقُوهُمْ بذلک نارًا(تفسير البغوى، تحت آيت ٦ من سورة التحريم)

ووقاية النفس عن النار بترک المعاصى وفعل الطاعات ، ووقاية الأهل بحملهم على ذلک بالنصح والتأديب ....والمراد بالأهل على ما قيل :ما يشمل الزوجة والولد والعبد والأمة .واستدل بها على أنه يجب على الرجل تعلم ما يجب من الفرائض وتعليمه لهؤلاء ، وأدخل بعضهم الأولاد فى الأنفس لأن الولد بعض من أبيه (تفسير روح المعانى ، تحت آيت ٦ من سورة التحريم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

مَا أَطْعَمْتَ نَفْسَكَ، فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ وَلَدَكَ، فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ زَوْجَتَكَ ، فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ خَادِمَكَ، فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۷۱۷۹؛ الادب المفرد للبخاری، حدیث نمبر ۸۲) [۱]

ترجمہ: جو آپ (ثواب کی غرض سے) اپنے آپ کو کھلائیں، وہ آپ کے لیے صدقہ ہے، اور جو آپ اپنی اولاد کو کھلائیں، وہ بھی آپ کے لیے صدقہ ہے، اور جو آپ اپنی بیوی کو کھلائیں، وہ بھی آپ کے لیے صدقہ ہے، اور جو آپ اپنے خادم کو کھلائیں، وہ بھی آپ کے لیے صدقہ ہے (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بیوی بچوں پر بنیتِ ثواب خرچ کرنے میں صدقہ کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ [۲]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أی :مروهم بالمعروف، وانهوهم عن المنكر، ولا تدعوهم مهملا فتأكلهم النار يوم القيامة (ابنِ کثیر، جزء۵ صفحه ۲۴۰)

وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ عَلَيْنَا تَعْلِيمَ أَوْلَادِنَا وَأَهْلِينَا الدِّينَ وَالْخَيْرَ وَمَا لَا يُسْتَغْنَى عَنْهُ مِنْ الْآدَابِ ....قَوْلِهِ تَعَالَى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ) وَيَدُلُّ عَلَى أَنَّ لِلْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ مِنَّا مَزِيَّةً بِهِ فِي لُزُومِنَا تَعْلِيمَهُمْ وَأَمْرَهُمْ بِطَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَى (احكام القرآن جصاص، سورة التحريم آيت ٦)

[۱] قال الهيثمي: رواه أحمد ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، ج۳ص ۱۱۹، باب في نفقة الرجل على نفسه وأهله وغير ذلک)

وقال المنذري: رواه أحمد بإسناد جيد (الترغيب والترهيب تحت حديث رقم ۳۰۰۲، كتاب النكاح)

[۲] (ما أطعمت زوجتک فهو لک صدقة وما أطعمت ولدک فهو لک صدقة وما أطعمت خادمک فهو لک صدقة وما أطعمت نفسک فهو لک صدقة) إن نواه في الكل كما دل عليه تقييده في الخبر الصحيح بقوله وهو يحتسبها فيحمل المطلق على المقيد قال القرطبي :أفاد منطوقه أن الأجر في الإنفاق إنما يحصل بقصد القربة سواء كانت واجبة أو مباحة وأفاد مفهومه أن من لم يقصد القربة لا يؤجر لكن تبرأ ذمته من النفقة الواجبة لأنها معقولة المعنى وأطلق الصدقة على النفقة مجازا والمراد بها الأجر والقرينة الصارفة عن الحقيقة الإجماع على جواز النفقة على الزوجة الهاشمية التي حرمت عليها الصدقة.

(حم طب عن المقدام بن معد يكرب) قال الهيثمي :رجاله ثقات وقال المنذري بعد ما عزاه لأحمد :إسناده جيد وبه يعرف أن رمز المؤلف لحسنه تقصير وأنه كان الأولى الرمز لصحته(فيض القدير للمناوي، تحت رقم حديث ۷۸۲۴)

مقالات ومضامین (جنت اوراس کی بہاریں: قسط ۲) مفتی محمد امجد حسین

جنت کی کہانی قرآن کی زبانی

(۲)......انسان کا نکتۂ آغاز جنت ہے، جنت میں انسانوں کا پہلا جوڑا بسایا اور آباد کیا گیا، پھر امتحان کے لیے دنیا میں بھیجا گیا، دنیا میں ان کے توالد وتناسل کا سلسلہ چلاتا کہ قیامت تک ساری اولادِ آدم دنیا میں ایمان وکفر کا امتحان دے کر آئے، ایمان کے امتحان میں کامیاب ہوکر جو آئیں ان کو جنت میں ہمیشہ کے لیے ٹھکانہ مل جائے گا، اپنی گم شدہ میراث کو وہ پالیں گے، دوسروں کا دوسرا ٹھکانہ ہے، جو برا ہے، بئس المصیر.

ملاحظہ ہوں جنت میں داخلے کی بشارت اور جنت سے محرومی کی وعید پر مشتمل آیات بینات میں سے چند آیات۔

(۱)...... أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ(سورة آل عمران آیت ۱۴۲)

ترجمہ: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بے آزمائش) بہشت میں جاداخل ہوگے حالانکہ ابھی خدا نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور (یہ بھی مقصود ہے) کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے (آل عمران)

اس سے ملتی جلتی آیت سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۱۴ ہے:

(۲)...... أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتّٰى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ (سورة البقرة آیت ۲۱۴)

ترجمہ: (مسلمانو) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ (محض ایمان کا زبانی دعویٰ کر کے) تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تک تم کو ان لوگوں کی سی حالت پیش نہیں آئی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں، ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں اور وہ جھنجھوڑے گئے یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد (آخر) کب آئے گی؟ (اس وقت انہیں بشارت دی گئی کہ) ہاں اللہ کی مدد قریب ہے (بقرہ)

(۳)...... وَاللّٰهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ (سورة البقرة آیت ۲۲۱)

ترجمہ: اور خدا اپنی مہربانی سے بہشت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے (بقرہ)

(۴)...... وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (سورة البقرة آیت ۸۲)

ترجمہ: اور جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنت کے مالک ہوں گے (اور) ہمیشہ اس میں (عیش کرتے) رہیں گے (بقرہ)

(۵)...... فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (سورة آل عمران آیت ۱۸۵)

ترجمہ: تو جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا (آل عمران)

(۶)...... لَكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ (سورة آل عمران آیت ۱۹۸)

ترجمہ: لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ (یہ) خدا کے ہاں سے (انکی) مہمانی ہے اور جو کچھ خدا کے ہاں ہے وہ نیکوکاروں کے لیے بہت اچھا ہے (آل عمران)

(۷)...... وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا (سورة النساء آیت ۱۲۲)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کو ہم بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ابدالآباد ان میں رہیں گے یہ خدا کا سچا وعدہ ہے اور خدا سے زیادہ بات کا سچا کون ہوسکتا ہے؟ (النساء)

(۸)...... وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا (سورة النساء آیت ۱۲۴)

ترجمہ: اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ (بشرطیکہ) صاحب ایمان بھی ہو، تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی (النساء)

(۹)...... وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ (سورة المائدة آیت ۶۵)

ترجمہ: اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم ان سے انکے گناہ محو کر دیتے اور انکو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے (مائدہ)

ڈراوے والی آیات

(۱)...... إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ (سورة المائدة آیت ۷۲)

ترجمہ: جو شخص خدا کے ساتھ شرک کریگا خدا اس پر بہشت کو حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے (مائدہ)

(۲)...... إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ (سورة الاعراف آیت ۴۰)

ترجمہ: جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے سرتابی کی۔ ان کیلئے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ بہشت میں داخل ہونگے یہاں تک کہ اونٹ (یا موٹا رسا) سوئی کے ناکے میں سے نکل جائے (اور ظاہر ہے یہ ناممکن ہے، تو اسی طرح ان مذکورہ لوگوں کا جنت میں داخلہ بھی ناممکن ہے) اور گنہگاروں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں (اعراف)

جنت میں داخلہ اللہ کی رحمت سے ہوگا

ایمان واعمالِ صالحہ کے بعد بھی نجات اور جنت میں داخلہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے ہی ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت اپنا قانون یہ مقرر کیا ہے کہ ایمان کی حالت میں اعمالِ صالحہ کی بجا آوری اور معاصی و نافرمانی سے اجتناب کو جنت میں جانے کا سبب ٹھہرایا ہے، اور نافرمانیوں اور گناہوں کو جہنم میں لے جانے کا سبب قرار دیا ہے، اس قانون کی بجا آوری کی صورت میں نجات اور جنت میں داخلے کا وعدہ ہے، اور جنت میں جانا یقینی ہے، جبکہ اعمالِ صالحہ کی بجا آوری نہ کرنے اور معاصی

میں مبتلا ہونے کے باوجود محض رحمت سے بخشش ہوجانے اور گناہوں کی سزا نہ ملنے کا متعینہ طور پر ہر ایک سے، سب سے وعدہ نہیں، اس لیے عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ احکامِ شرع کی بجا آوری کی صورت میں اللہ کے قانون کی پابندی کی جائے اور پھر رحمت کی امید رکھی جائے نہ یہ کہ نفس وشیطان کے کہے میں آ کر خدائی قوانین کی دھجیاں آدمی بکھیرتا رہے، اور نافرمانی والی اس روش کو بدلنے پر آمادہ وتیار نہ ہو، اور ساتھ رحمت کی گردان رٹتا رہے، تو یہ اپنے آپ کو دھوکہ دینے والی بات ہے، ایسا آدمی احمقوں کی جنت میں رہتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ:

الكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ المَوْتِ، وَالعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ (ترمذی، رقم الحديث ۲۴۵۹، ابواب صفة القيامة والرقائق والورع)

ترجمہ: زیرک وعقل مند وہ ہے، جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے، اور موت کے بعد کے لئے تیاری کرے (عمل کرے) اور احمق وناعاقبت اندیش وہ ہے، جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرے، اور اللہ سے امیدیں باندھے۔

بالفاظ دیگر مومن کے لیے اعمالِ صالحہ دخول جنت کا ظاہری اور قریبی سبب ہیں، قرآن مجید میں جابجا اعمال کو جو دخولِ جنت کا سبب ٹھہرایا ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے اور حقیقی واصل سبب دخولِ جنت کا اللہ کی رحمت ہی ہے۔ [1]

اہلِ سنت کا یہی عقیدہ ہے، برخلاف مسلمانوں کے بعض دیگر گمراہ فرقوں کے، جو اللہ پر عدل کو واجب ولازم قرار دیتے ہیں۔

دارِ فانی کی سجاوٹ پہ نہ جا — نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں جا کے چین کی بنسی بجا — "اِنَّہٗ قَدْ فَازَ فَوْزًا مَنْ نَجَا"

(جاری ہے)

---

[1] خدا تعالیٰ پر کوئی شے واجب ولازم نہیں، وہ جو چاہے کرے، نہ لطف نہ قہر نہ ثواب نہ عقاب، نصوص ملاحظہ ہوں:

لَا يُسْــَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْــَٔلُوْنَ (سورة الانبياء، آيت ۲۳)

ترجمہ: وہ جو کام کرتا ہے، اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا (کہ کیوں کیا؟) اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی) ان سے پرسش ہوگی۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (سورة البقرة، آيت ۲۵۳)

ترجمہ: لیکن خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

نظارۂ وطن ابو عشرت حسین

راول ڈیم سے خان پور ڈیم تک (ساتویں و آخری قسط)

ترناوہ میں دریائے ہارو پار کر کے اب ہم خان پور کی حدود میں داخل ہو رہے تھے، یہاں سڑک کے ساتھ ساتھ وہ پختہ نہر گزر رہی ہے جو خان پور ڈیم سے ٹیکسلا تک اس ساری سرسبز و زرخیز پٹی کو سیراب کرتی ہے، اور یہاں کے باغات اور سبزیوں ترکاریوں کے بڑے بڑے قطعات کی آبپاشی کی ضرورت پوری کرتی ہے، سانپ کی طرح بل کھاتی اور اٹھلاتی ہوئی یہ نہر ترناوہ تک خانپور روڈ کے ساتھ ساتھ سیدھی چلی جاتی ہے، پھر دریائے ہارو کے نیچے سے زیرزمین (انڈر گراؤنڈ) گزرتی ہوئی ترناوہ کے پیچھے پہاڑی سلسلہ کے پہلو میں انگڑائیاں لیتے ہوئے آگے بڑھتی ہے، کہیں پہاڑی درے کاٹ کر اسے گزارا گیا ہے، یہی نہر ہے جس سے پنجاب اور ہزارہ کی باؤنڈری کا کام بھی لیا گیا ہے، ٹیکسلا میوزیم سے ایک دو کلومیٹر بجانب خانپور یہ نہر پہاڑی سلسلہ کے پہلو کو چھوڑ کر دائیں ہاتھ پر خان پور روڈ کی طرف مڑ جاتی ہے، اور بیچوں بیچ گزرتے ہوئے ٹیکسلا و ہری پور کو الگ کرتی ہے، گرمیوں کے پورے موسم میں اس نہر کے ہر گھاٹ پر نہانے والوں کا ہجوم ہوتا ہے، خصوصاً اتوار اور جمعہ کے دن راولپنڈی کے منچلے ٹولیوں کی شکل میں موٹر سائیکلوں کے سائلنسر کھول کر جب جی ٹی روڈ سے گزرتے ہوئے ٹیکسلا و خان پور پر یلغار کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ نے الٹی زقند بھری ہے، اور تیمور لنگ کے بعد کوئی اور فاتح اپنے ٹڈی دل لشکر کے ساتھ دِلّی کے بجائے اب خان پور ڈیم کو مسخر و مسمار کرنے چلا ہے، اور پہلے ہی وہلہ میں ''مسٹنڈوں'' کا طوفان بے تمیزی یاجوج ماجوج کے آنے سے پہلے ہی ان کے حصے کا کافی کچھ کام سرانجام دے دے گا۔

ع تو چلے تو ساتھ تیرے فتنۂ محشر چلے

اس نہر پر نہانے کا مرکزی مقام جو نہر کے شروع میں خان پور ڈیم کے پشتے کے بہت قریب ہے، وہاں تو اب باقاعدہ پولیس کھڑی ہوتی ہے، اور گاڑیوں و موٹر سائیکلوں کا ٹکٹ لیا جاتا ہے، بغیر گاڑی کے بھی نہانے کے لیے اس مقام پر آنے والوں سے ٹکٹ لیا جاتا ہے اس کے باوجود یہاں تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی، یہیں ایک کچا راستہ پہاڑی کے نیچے سے گزرتا ہوا آگے جاتا ہے، اور خان پور ڈیم کے ''سپل وے'' پر پہنچتا ہے، جہاں سے آبشار کی شکل میں ڈیم کا اضافی پانی اونچائی سے گرتا ہے، اور دریائے ہارو میں شامل ہو جاتا

ہے، یہاں بھی نہانے والوں کا گاڑیوں کا ازدحام رہتا ہے، جہاں بلندی سے پانی گرتا ہے وہ بڑی گہری جگہ ہے، یہاں ہر سال نہاتے ہوئے کئی منچلے مفت میں جان کی بازی ہار جاتے ہیں۔

خانپور ڈیم

خانپور ڈیم کے کنارے جو تعارفی حجری تختہ لگا ہوا ہے اس پر ڈیم کی تعمیر کا آغاز 1963ء اور تکمیل 1985ء درج ہے، اونچائی 54 فٹ، لمبائی (ایک جانب سے) 2324 فٹ لکھی ہے، یہ خانپور قصبہ کے قریب واقع ہونے کی وجہ سے خانپور ڈیم کہلاتا ہے، خانپور تھانہ ضلع ہری پور میں شامل ہے، ہری پور ہزارہ صوبہ خیبر پختونخوا کا حصہ ہے، آج کل اہل ہزارہ اسے خیبر پختونخوا سے الگ صوبہ بنانے کے لیے کوشاں ہیں۔

خانپور ڈیم دریائے ہارو (Harrow) اور اس کے معاون ندی "نیلس کس" کے سنگم پر بنا ہے، ایک رپورٹ کے مطابق اس میں 1106000 (گیارہ لاکھ چھ ہزار) ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش ہے، یہاں سے 110 کیوسک پانی صوبہ سرحد کو، 87 کیوسک پانی پنجاب کو آبپاشی کے لیے مہیا کیا جاتا ہے (اس طرح اس پانی سے 18790 ایکڑ اراضی خیبر پختونخوا کی اور 17680 ایکڑ اراضی پنجاب کی سیراب ہوتی) جبکہ 33 ملین گیلن پانی اسلام آباد کو، 60.37 ملین پانی راولپنڈی کو اور 28 ملین گیلن ٹیکسلا انڈسٹریل کمپلیکس کو مہیا کیا جاتا ہے (رپورٹ المباحث الاسلامیہ سہ ماہی، مجلّہ جون تا ستمبر 11ء، مضمون پانی کی تقسیم اور آب پاشی کی منصوبہ بندی ص 61) [1]

خانپور ڈیم اور خانپور نہر پر ہمارا آنا جانا لگا رہتا ہے، مارگلہ پہاڑی سلسلہ، اس کے دامن میں جابجا مختلف آثار قدیمہ، پہاڑیوں کے پہلو میں، رواں دواں ایک پختہ نہر، نہر کے ساتھ متوازی چلتے ہوئے دسیوں میل میں پھیلے ہوئے پھلوں، سبزیوں کے وسیع وعریض باغات وقطعات کے سلسلے، آگے دریائے ہارو اور اس پر خانپور ڈیم، ڈیم میں کشتی رانی کی تفریح، یہ سب کچھ مجھے بہت اچھا لگتا ہے، تھکے ہوئے ذہن، الجھے ہوئے دماغ اور زندگی کے بکھیڑوں سے زار ونزار، جسم وجان کو لے کر جب ہم تفریح وہوا خوری کرنے اور آسودگی پانے کے لیے یہاں آتے ہیں تو زندگی اپنی خوشگواریاں لے کر چشم براہ ہوتی ہے، اور ہمارے

---

[1] خانپور ڈیم کے بننے سے گکھڑ قوم کے تاریخی قصبے خانپور، باغپور، ڈھیری اور دیگر دیہات زیر آب آ گئے اور ان کا نام ونشان مٹ گیا (تاریخ ہزارہ ص 379)

تھکے ماندے وجود کو ایک گہری آسودگی دے جاتی ہے۔ [1]

عصر کو ہم یہاں سے نکلے قریب ہی روڈ کے کنارے ایک مچھلی والے ٹھیے پہ مچھلی سے شاد کام ہوئے، پھر راستے میں کہیں رکے بغیر واپسی کا سفر کیا، اور شام کو بحمد اللہ بعافیت ادارہ پہنچے۔

باقی رہے نام اللہ کا

ختم شد

---

[1] میں فرصت کے دنوں میں اور اچھے موسموں میں پورا پورا دن اس نہر کے اور یہاں کے سرسبز قطعات اور پہاڑی سلسلہ کی نذر کر چکا ہوں، بلکہ ڈبو چکا ہوں، اس نہر کے کنارے کنارے میں میلوں پیدل چلا ہوں۔
اس سے مجھے اپنے گاؤں کے کنارے بہتی ہوئی ''سرن ندی'' کی یاد تازہ ہوتی ہے، جس میں نہاتے ہوئے میرے بچپن کے کئی سن و سال گزرے ہیں، جس کی اب صرف یادیں باقی ہیں۔ ع جس جگہ کہ اب داغ ہے یہاں پہلے درد تھا۔ ابوعشرت

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۰ ''اخبارِ عالم''﴾

? 13 / جولائی: پاکستان: لاہور، خیبر پختونخوا کے زیرِ تربیت جیل اہل کاروں کے ہوسٹل پر حملہ 9 جاں بحق، 9 زخمی ? 14 / جولائی: پاکستان: 19 بریگیڈیئرز کو میجر جنرل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی ? 15 / جولائی: پاکستان: سرکاری ملازمین کے ڈیلی الاؤنس میں 205 فیصد تک اضافہ ? 16 / جولائی: پاکستان: ڈیزل کی قیمتیں برقرار، پیٹرول، مٹی کا تیل سی این جی مہنگی ? 17 / جولائی: پاکستان: بنوں پولیس اسٹیشن پر حملہ، دونوں حملہ آور مارے گئے 3 اہلکار زخمی ? 18 / جولائی: پاکستان: صوبے گردوں کی خرید وفروخت روکیں، پورے پنجاب میں یہ کاروبار جاری ہے، اعضاء پیوندکاری کا رولز بنائیں، سپریم کورٹ ? 19 / جولائی: شام: دمشق، سیکورٹی ہیڈ کوارٹرز پر خود کش حملہ، وزیرِ دفاع سمیت 4 جنرل ہلاک ? 20 / جولائی: پاکستان: عالمی اقتصادی بحران، 126 ممالک میں 245 معاشی اصلاحات، پاکستان میں توجہ نہیں دی گئی۔

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

رمضان اور عید کے چاند کے احکام

رمضان اور عید کے چاند کے سلسلہ میں آج کل مختلف بے عنوانیاں اور غلط فہمیاں سامنے آتی ہیں، اس لئے اس سلسلہ میں چند اہم اور جدید مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۱...... مہینے کے اگر انتیس دن پورے ہونے کے بعد چاند دکھائی نہ دے تو پھر تیس دن پورے کیے جائیں۔

مسئلہ نمبر۲...... قمری یعنی چاند والے مہینے کے شروع اور ختم ہونے کا معیار فلکیات وغیرہ کے حساب پر نہیں بلکہ رؤیت پر ہے، جبکہ وہ معتبر اور صحیح ہو اور رؤیت یا تو انتیس دن کے بعد ہوتی ہے یا پھر تیس دن مکمل ہونے پر شرعاً معتبر سمجھی جاتی ہے، اس لئے شرعاً مہینے کے ثبوت کے لئے اصل اعتماد رؤیتِ ہلال پر ہوگا، البتہ فلکی حسابات اور فلکی رصد گاہوں سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے، تاکہ احادیثِ نبوی پر بھی عمل ہو، اور سائنسی حقائق کی بھی رعایت ہوسکے (جدہ فقہ اکیڈمی کی قراردادیں اور سفارشات، صفحہ۴۹، اسلامی فقہ کیڈمی، جدہ، سعودی عرب) [1]

---

[1] رابطہ عالمِ اسلامی کی المجمع الفقہ الاسلامی نے ۱۹ تا ۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ، بمطابق 11 تا 13 فروری 2012ء کو مکہ مکرمہ میں منعقد عالمی کانفرنس میں غور وفکر کے بعد اس سلسلہ میں جو قرارداد منظور کی، اس کی شق نمبر۱، ۳، ۴، ۸، ۱۰ درجِ ذیل ہے:

(۱)...... قمری مہینے کے آغاز اور اختتام کے ثبوت کے لئے اصل (معیار) چاند کو دیکھنا ہے، چاہے وہ نری آنکھ سے ہو، یا رصد گاہوں اور دیگر فلکی آلات کے ذریعہ ہو، اور اگر چاند نظر نہ آئے تو مہینہ کے تیس دن مکمل کئے جائیں گے۔

(۳)...... یہ ضروری ہے کہ گواہی دینے والے شخص میں گواہی کو قبول کرنے کی معتبر شرائط پائی جائیں، اور اس کے موانع اس میں نہ ہوں، نیز نگاہ کی تیزی کے بارے میں اطمینان کیا جائے، اور اس بات کا بھی اطمینان کیا جائے کہ چاند دیکھنے کے وقت رؤیت کی کیا کیفیت تھی، اور اس جیسی باتوں کا اطمینان کیا جائے، جس سے اس کی شہادت کے بارے میں شک کی گنجائش نہ رہے۔

(۴)...... فلکی حساب ایک مستقل علم ہے، جس کے اپنے اصول اور قواعد ہیں، جس کے بعض نتائج کی رعایت رکھنا مناسب ہے، جیسا کہ چاند اور سورج کے اقتران کا وقت، چاند کا سورج کی ٹکیہ سے پہلے یا بعد میں غائب ہونا، اور یہ کہ چاند کی اونچائی اس کے سورج کے ساتھ اقتران ہونے کے بعد والی رات میں کتنی ہوگی؟؟

اسی وجہ سے چاند دیکھنے کی گواہی کو قبول کرنے کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ چاند کا نظر آنا علمِ ہیئت کے مسلّم اور قطعی حقائق جو معتبر فلکی اداروں سے صادر ہوتے ہیں، ان کے مطابق ناممکن نہ ہو، مثلاً (چاند اور سورج کے) ٹھیک اقتران

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۳...... رمضان کے چاند کی طرح انتیس رمضان کو شوال کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۴...... اگر کسی نے انتیس شعبان کو رمضان کا چاند دیکھ لیا، مگر اس کی گواہی قاضی یا مجوزہ رویتِ ہلال کمیٹی نے قبول نہیں کی تھی، اور اس نے اپنی رؤیت کی بناء پر اگلے دن یعنی تیس شعبان کو رمضان کا روزہ رکھ لیا، اور پھر تیس روزے پورے ہونے پر بھی رؤیت نہ ہوئی، تو یہ شخص اکتیسواں روزہ بھی رکھے گا، اور دوسروں کے ساتھ ہی عید کرے گا (کذا فی احسن الفتاویٰ، جلد۴، صفحہ۴۲۸و۴۲۹)

مسئلہ نمبر۵...... اگر کسی نے انتیس رمضان کو عید کا چاند دیکھا لیکن اس کی گواہی کسی شرعی وجہ سے قبول نہیں کی گئی تو اس کو اگلے دن تیس رمضان کا روزہ رکھنا ضروری ہے (کذا فی احسن الفتاویٰ، جلد۴، صفحہ۴۲۸)

مسئلہ نمبر۶...... رمضان اور عیدین کا معاملہ چونکہ ایک اجتماعی حیثیت رکھتا ہے، جس میں انتظامی مضبوطی اور فیصلے کی بھی ضرورت ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کے وقت، یا غروبِ آفتاب سے پہلے چاند غروب ہونے کی صورت میں۔

(۸)......لوگوں کے مصالح اور معاملات (میں آسانی) کی خاطر شریعت جدید علوم، جیسے ترقی یافتہ فلکی حساب اور فلکی رصد، سے استفادے کو منع نہیں کرتی، کیونکہ اسلام، سائنس اور اس کے حقائق سے معارض نہیں۔

(۱۰)......مسلمان حکومتوں کو اس بات کی ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ رؤیت کے وسائل اور چاند کی جستجو کے لئے کچھ اداروں کو مختص کرنے کا اہتمام فرمائیں۔

(ماخوذ: ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ، اپریل 2012ء، بعنوان ''رؤیتِ ہلال پر رابطہ عالمِ اسلامی کی عالمی کانفرنس اور اس کے نتائج''، مضمون: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قمری مہینے کا شروع ہونا چاند دیکھنے پر موقوف ہے، فلکیات کے فن سے اتنی مدد تو لی جاسکتی ہے کہ آج چاند ہونے کا امکان ہے یا نہیں، لیکن جب تک (حقیقی یا حکمی) رؤیت کے ذریعے چاند ہونے کا ثبوت نہ ہوجائے، محض فلکیات کے حساب سے چاند ہونے کا فیصلہ نہیں ہوسکتا مختصر یہ کہ چاند ہونے میں رؤیت کا اعتبار ہے، فلکیات کے حساب کا اعتبار بغیر رؤیت کے نہیں (آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد سوم، صفحہ ۲۶۱؛ مکتبہ: بینات، کراچی نمبر۵)

[1] رابطہ عالمِ اسلامی کی المجمع الفقہ الاسلامی نے ۱۹ تا ۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ، بمطابق 11 تا 13 فروری 2012ء کو مکہ مکرمہ میں منعقد عالمی کانفرنس میں غور و فکر کے بعد اس سلسلہ میں جو قرارداد منظور کی، اس کی شق نمبر۲ درج ذیل ہے:

سال کے ہر مہینہ میں چاند کی جستجو واجب علی الکفایہ ہے، کیونکہ اس عمل پر دیگر واجبات موقوف ہیں، اس بات کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور تقریر سے ہوتی ہے (ماخوذ: ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، صفحہ نمبر ۳۴، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ، اپریل 2012ء، بعنوان ''رؤیتِ ہلال پر رابطہ عالمِ اسلامی کی عالمی کانفرنس اور اس کے نتائج'' مضمون: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

لہٰذا شریعت نے مسلمان حاکم یا قاضی (یا اس کے مجوزہ فرد یا کمیٹی) کو چاند کی گواہی لینے کے بعد شرعی اصولوں کے مطابق فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے، پس جہاں اس کا انتظام ہو وہاں اس کے فیصلے کو ہی اجتماعی اعتبار سے معیار قرار دیا جائے گا (مگر یہ کہ وہ فیصلہ ہی شرعی اصولوں کے خلاف ہو، جس کی تحقیق اہلِ علم حضرات کا کام ہے)

آج کل پاکستان میں ''مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی'' کو یہ ذمہ داری سپرد کی گئی ہے (اور اہلِ علم حضرات کے فتوے کی رو سے عموماً اس کمیٹی کا فیصلہ شرعی اصولوں کے مطابق ہوتا ہے) پاکستان کی موجودہ مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی جو رمضان وعیدین اور دیگر قمری مہینوں کے چاند کے نظر آنے کا فیصلہ کرتی ہے، اس کی حیثیت قضاءِ قاضی کی ہے جو ملک کے باشندگان کے لئے حجتِ شرعیہ ہے، اس لئے اس کے برخلاف باشندگانِ ملک کا انفراداً یا کسی متوازی کمیٹی کے فیصلے کی بنیاد پر چاند کی رؤیت کا عمومی فیصلہ صادر کرنا بالخصوص عید کروا کر روزہ چھڑانا درست نہیں ہے۔ [۱]

---

[۱] رابطہ عالمِ اسلامی کی المجمع الفقہ الاسلامی نے ۱۹ تا ۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ، بمطابق 11 تا 13 فروری 2012ء کو مکہ مکرمہ میں منعقد عالمی کانفرنس میں غور وفکر کے بعد اس سلسلہ میں جو قرارداد منظور کی، اس کی شق نمبر ۷ اور ۹ درج ذیل ہے:

(۷)......قمری مہینوں کے آغاز کا فیصلہ کرنا، جبکہ اس کے ساتھ عبادات کا تعلق ہو، ایک شرعی معاملہ ہے، چنانچہ اس کی ذمہ داری علمائے شریعت پر عائد ہوتی ہے، جنہیں بااختیار اداروں نے مقرر کیا ہو، یا ایسے لوگوں نے جو بااختیار اداروں کے حکم میں ہوں، اور ماہرینِ ہیئت اور فلکی اداروں کی ذمہ داری چاند کی ولادت، اس کے مقام اور کرۂ ارضیہ میں کسی بھی جگہ رؤیت کے حالات کے سلسلہ میں دقیق حساب اور دیگر معلومات فراہم کرنا ہے، جو کہ ان خاص شرعی اداروں کے لئے صحیح اور دقیق فیصلہ صادر کرنے میں معین ثابت ہو۔

(۹)...... جب کسی مہینے کا آغاز کسی شرعی ادارے کے ذریعے ثابت ہو جائے، اور اس پر مسلمان ملک کے سربراہ نے اعتماد کیا ہو، تو اس کے بارے میں بحث ومباحثہ میں پڑنا اور شکوک پیدا کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے، جس میں حاکم کے فیصلے سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے (ماخوذ: ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، صفحہ نمبر ۳۵، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ، اپریل 2012ء، بعنوان ''رؤیتِ ہلال پر رابطہ عالمِ اسلامی کی عالمی کانفرنس اور اس کے نتائج''، مضمون: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(۱)......رؤیتِ ہلال کمیٹی اہلِ علم پر مشتمل ہے، یہ حضرات ثبوتِ رؤیت کے مسائل ہم سے تو بہرحال زیادہ ہی جانتے ہیں، اس لیے ہمیں ان پر اعتماد کرنا چاہیے (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم، صفحہ ۲۵۶؛ مکتبہ: بینات، کراچی نمبر ۵)

(۲)...... جہاں تک مجھے معلوم ہے رؤیتِ ہلال کا فیصلہ شرعی قواعد کے مطابق ہوتا ہے، اور یہ پورے ملک کے لیے واجبُ العمل ہے، اور جب تک یہ کام لائق اعتماد ہاتھوں میں رہے اور وہ شرعی قواعد کے مطابق فیصلے کریں، ان کے اعلان کے مطابق عمل لازم ہے (ایضاً صفحہ ۲۵۷)

(۳)......مردان وغیرہ علاقوں میں ایک دو دن پہلے رؤیت کیسے ہو جاتی ہے؟ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۷...... جو ممالک غیر مسلموں کے زیرِ تسلط ہیں، اور وہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں مسلمانوں کا کوئی معتبر ادارہ یا اہلِ علم حضرات کی مستند و معتبر جماعت اگر چاند کی رؤیت کا شرعی اصولوں کے مطابق اعلان اور فیصلہ کرے، تو اُس پر عمل کرنا چاہئے، اور اگر اس طرح کا کوئی انتظام نہ ہو، اور چاند کی رؤیت کے بارے میں فیصلہ کرنے میں دشواری کا سامنا ہو، تو وہاں کے مسلمانوں کو قریب ترین مسلمانوں کے ملک کی رؤیت کے مطابق عمل کر لینا درست ہے۔ ؎

مسئلہ نمبر ۸...... ایک شخص کا رمضان مثلاً سعودی عرب میں موجود ہوتے ہوئے شروع ہوا، اور رمضان کے درمیان وہ شخص مثلاً پاکستان یا ہندوستان میں آ گیا۔

اور سعودی عرب میں رمضان کا آغاز ایک یا دو دن پہلے ہو چکا تھا، تو اب یہاں پر آنے کے بعد وہ شخص یہاں والوں کے ساتھ روزے رکھے گا (خواہ اس کے روزے اکتیس ہو جائیں) اور فاضل روزے نفلی شمار ہوں گے۔ اگر کوئی اس کے برعکس رمضان میں سعودی عرب چلا گیا تو وہ وہاں کے اعتبار سے عید کرے گا اور باقی ماندہ روزہ کی بعد میں قضا بھی کرے گا (احسن الفتاویٰ، ج ۴ ص ۴۳۳؛ فتاویٰ عثمانی، ج ۲ ص ۱۷۶، ۱۷۷، خیر الفتاوی ج ۴ ص ۴۵؛ آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۳ ص ۳۲۷)

(ماخوذ از ''ماہِ رمضان کے فضائل و احکام، صفحہ ۶۶ تا ۷۷، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

تفصیلی دلائل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ: ''پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت''

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾ یہ معمہ ہماری سمجھ میں بھی نہیں آیا؛ بہرحال جب ملک میں رؤیتِ ہلال کمیٹی مقرر ہے اور سرکاری طور پر مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کو چاند ہونے یا نہ ہونے کے فیصلے کا اختیار دیا گیا ہے، تو مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کے فیصلے کے خلاف کسی عالم کا فیصلہ شرعاً حجت ملزمہ نہیں، اس لیے ان علاقوں کے لوگوں کا فرض ہے کہ مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کے فیصلے کی پابندی کریں اور ان علاقوں میں چاند نظر آ جائے تو باضابطہ شہادت مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی یا اس کے نامزد کردہ نمائندہ کے سامنے پیش کر کے اس کے فیصلے کی پابندی کریں (ایضاً ۲۵۷)

؎ رابطہ عالمِ اسلامی کی المجمع الفقہ الاسلامی نے ۱۹ تا ۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ، بمطابق 11 تا 13 فروری 2012ء کو مکہ مکرمہ میں منعقد عالمی کانفرنس میں غور و فکر کے بعد اس سلسلہ میں جو قرارداد منظور کی، اس کی شق نمبر ۵، ۶ میں ہے کہ:

(۵)......ایک ملک کی مسلم اقلیتوں کے لئے اس ملک کے بعض علاقوں میں چاند کو دیکھنا باقی علاقوں کے مسلمانوں کے لئے کافی ہوگا، تا کہ ان کا روزہ اور عید ایک ساتھ ہو۔

(۶)......جن ممالک میں مسلم اقلیتیں مقیم ہیں، اور انہیں چاند نظر آنا کسی وجہ سے ممکن نہیں، تو وہ قریب ترین مسلمان ملک کی رؤیت پر عمل کریں، یا ایسے قریب ترین ملک کی رؤیت پر جہاں مسلمان آبادی ہو، اور جہاں رؤیت کا ثبوت اس مسلمان آبادی کے کسی نمائندہ ادارے، مثلاً مرکز اسلامی وغیرہ، کی طرف سے صادر ہوا ہو (ماخوذ: ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، صفحہ نمبر ۳۵، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ، اپریل 2012ء، بعنوان ''رؤیتِ ہلال پر رابطہ عالمِ اسلامی کی عالمی کانفرنس اور اس کے نتائج''، مضمون: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

رمضان میں فجر کی جماعت جلدی ادا کرنا

رمضانُ المبارک میں طلوعِ فجر کے بعد دوسرے دنوں کے مقابلہ میں فجر کی نماز باجماعت اس لئے جلدی پڑھنا تاکہ زیادہ لوگ جماعت میں شریک ہوسکیں جائز بلکہ بہتر ہے۔

فقہ حنفی کی تحقیق کے مطابق اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ فجر کی نماز جلدی (اندھیرے میں) پڑھنے کے بجائے کچھ تاخیر سے (جب روشنی پھیل جائے) پڑھی جائے، جس میں زیادہ لوگوں کی شرکت آسان ہوتی ہے۔

اور تجربہ یہ ہے کہ رمضانُ المبارک میں اگر فجر کی نماز جلدی پڑھی جائے تو زیادہ لوگ شریک ہوتے ہیں اور عام دنوں کی طرح تاخیر سے پڑھی جائے تو بہت سے لوگ ویسے ہی سوجاتے ہیں اوران کی نماز قضا ہوجاتی ہے یا جلدی بغیر جماعت کے نماز پڑھ کر سوجاتے ہیں۔

اس لئے صبح صادق کے بعد لوگوں کا لحاظ کرتے ہوئے فجر کی نماز جلدی پڑھ لی جائے کہ سب کو جماعت سے نماز پڑھنے کی توفیق ہوجائے تو بہتر اور افضل ہے۔

بخاری شریف کی حدیث میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سحری اور فجر کی نماز کے درمیان پچاس، ساٹھ آیات کے برابر وقفے کا ذکر ہے۔ [۱]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سحری کھا کر اذان دِلوانا اور پھر فجر کی نماز پڑھنا مروی ہے۔ [۲]

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سحری تناول فرما کر صبح صادق ہونے کے بعد جلدی فجر کی نماز ادا فرمائی تھی۔

پس رمضانُ المبارک میں طلوعِ فجر اور انتہائے سحر کے بعد جلد از جلد فجر کی نماز پڑھ لینا افضل ہے، مگر اتنا وقت ضرور دینا چاہئے کہ سحری کھا کر بآسانی استنجا، وضو اور فجر کی دوسنتوں سے فراغت حاصل کرلیں۔

---

[۱] عن زید بن ثابت: اَنَّھُمْ تَسَحَّرُوْا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوْا اِلَی الصَّلَاۃِ قُلْتُ کَمْ بَیْنَھُمَا، قَالَ: قَدْرَ خَمْسِیْنَ اَوْسِتِّیْنَ، یَعْنِیْ آیَۃً (بخاری، رقم الحدیث ۵۷۵)

[۲] تَسَحَّرْنَا مَعَ عَلِیِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ،فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ السُّحُوْرِ،أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ،فَأَقَامَ الصَّلَاۃَ (شرح معانی الآثار، رقم الحدیث ۱۰۷۲)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

رمضان میں افطار کی وجہ سے مغرب کی نماز میں تاخیر کرنا

جس طرح روزہ افطار کرنے کا وقت سورج غروب ہونے پر ہوجاتا ہے، اسی طرح مغرب کی نماز کا وقت بھی سورج کے غروب ہونے پر شروع ہوجاتا ہے۔

اور احادیث میں عام حالات میں مغرب کی نماز کو جلد از جلد ادا کرنے کی ترغیب آئی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مغرب کی نماز غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر ادا کرنا اور اس کی ترغیب وفضیلت ثابت ہے۔

اور تاروں کے خوب چٹکنے اور چمکنے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھ لینے میں خیر بتلائی گئی ہے۔

جس کے پیشِ نظر عام حالات میں مغرب کی نماز جلد از جلد پڑھنا مستحب وافضل ہے۔

لیکن رمضانُ المبارک میں چونکہ مغرب کی نماز اور روزہ افطار کرنے کا وقت ایک ساتھ شروع ہوتا ہے، اور افطار کے وقت کھانے کی طرف رغبت وطلب ہوتی ہے، اور افطار کئے بغیر نماز پڑھنے کی صورت میں نماز کا خشوع کمزور یا فوت ہوجاتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افطار کے بعد نماز کا ثبوت ملتا ہے، اس لئے زیادہ مناسب طریقہ یہی ہے۔

کئی احادیث سے نماز سے پہلے افطار کرنے اور کھانا کھانے کا حکم ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَأَحَدُكُمْ صَائِمٌ فَلْيَبْدَأْ بِالْعَشَاءِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ (ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۰۶۸، ج۵ ص ۴۲۲)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کھڑی کردی جائے، اور تم میں سے کوئی روزہ سے ہو، تو اُسے چاہئے کہ مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھالے، اور تم نماز کو اپنے کھانے سے پہلے نہ پڑھو (ابنِ حبان)

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ أَحْيَانًا نَلْقَاهُ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَيُقَدَّمُ لَهُ الْعَشَاءُ، وَقَدْ نُودِيَ بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ، ثُمَّ تُقَامُ، وَهُوَ يَسْمَعُ - يَعْنِي الصَّلَاةَ - فَلَا يَتْرُكُ عَشَاءَهُ، وَلَا يَعْجَلُ حَتّٰى يَقْضِيَ عَشَاءَهُ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ، وَيَقُوْلُ: إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: لَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ إِذَا قُدِّمَ إِلَيْكُمْ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۲۱۸۹)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ہم سے بعض اوقات روزہ کی حالت میں ملاقات کرتے تھے، پھر آپ کے لئے (افطار کے وقت) شام کا کھانا پیش کیا جاتا تھا، اور مغرب کی نماز کی اذان ہو چکتی تھی، پھر وہ کھڑی بھی ہو جاتی تھی، اور آپ نماز کی آواز سُن رہے ہوتے تھے، مگر آپ اپنا کھانا نہیں چھوڑتے تھے، اور نماز کے لئے جلدی نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ کھانا نہ کھالیں، پھر تشریف لے جا کر نماز پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے سامنے جب شام کا کھانا پیش کر دیا جائے تو تم (نماز کے لئے) جلدی نہ کرو (عبدالرزاق)

ان احادیث کا مضمون اُن احادیث کے مطابق ہے، جن میں بھوک لگنے کی حالت میں کھانا تیار ہونے کی صورت میں پہلے کھانے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ روزہ افطار کرنے کے وقت بھی عموماً بھوک لگی ہوئی ہوتی ہے، اور کھانے کی طلب ہوتی ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ إِقْبَالَهُ عَلٰى حَاجَتِهٖ حَتّٰى يُقْبِلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ وَقَلْبُهٗ فَارِغٌ (الزهد والرقائق لابن المبارک، رقم الحديث ۱۱۴۲)

ترجمہ: آدمی کے فقہ (وسمجھداری) کی نشانی میں سے یہ بات ہے کہ وہ اپنی (کھانے پینے وغیرہ کی) حاجت کی طرف متوجہ ہو، اپنی نماز کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے، تاکہ اس کا دل (نماز اور اس کے خشوع کے لئے) فارغ ہو (الزہد والرقائق)

مطلب یہ ہے کہ کھانے وغیرہ کی ضرورت سے فارغ ہو کر اس حال میں نماز پڑھنا کہ دل کھانے کی طرف متوجہ نہ ہو، یہ آدمی کے سمجھدار ہونے کی نشانی ہے۔

اوراس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھوک لگی ہوئی ہو، اور کھانا تیار ہو، تو نماز میں صحیح خشوع حاصل نہیں ہوتا، اس لئے ایسی صورت میں کھانے کے تقاضے سے فارغ ہو کر نماز پڑھنے کو فقہ اور سمجھداری کی علامت اور اس کا حکم دیا گیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر رمضان کے مہینے میں اذان کے بعد کچھ تاخیر سے نماز پڑھی جائے، اور کچھ تاخیر سے جماعت کھڑی کی جائے، تاکہ اعتدال کے ساتھ افطار کر کے لوگ نماز و جماعت میں شریک ہو سکیں، اور خشوع کے ساتھ نماز ادا کر سکیں، تو اس میں نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں، بلکہ اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

لیکن مغرب کی نماز میں اتنی تاخیر نہ کی جائے کہ خوب اندھیرا ہو جائے، اور چھوٹے بڑے تارے اچھی طرح روشن ہو جائیں، کیونکہ احادیث میں اتنی تاخیر کرنے کو ناپسند کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَا يَزَالُ أُمَّتِىْ بِخَيْرٍ أَوْ عَلَى الْفِطْرَةِ مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۶۸۵، ج ۱ ص ۳۰۳)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ میری اُمت خیر یا فطرت پر قائم رہے گی، جب تک کہ مغرب میں اتنی تاخیر نہ کرے گی کہ ستارے چمک جائیں (حاکم)

ستارے چمکنے اور چمکنے سے مراد یہ ہے کہ بڑے چھوٹے ستارے خوب اور کثرت سے نظر آنے لگیں، نہ یہ کہ صرف بعض اور تیز ستارے نظر آنے لگیں، اور یہ کیفیت اسی وقت ہوتی ہے، جب زمین پر غیر معمولی اندھیرا چھا جاتا ہے۔

لہٰذا رمضان میں مغرب کی نماز اور جماعت افطار کے بعد اتنی تاخیر سے ادا کرنا کہ بھوک کا تقاضا جاتا رہے، اور نماز یکسوئی اور خشوع کے ساتھ ادا کی جا سکے، یہ شریعت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے، اسی پر عمل کرنا چاہئے۔

بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ کی جائے کہ زمین پر خوب اندھیرا ہو جائے، اور آسمان پر چھوٹے بڑے ستارے خوب

کثرت سے روشن اور نمایاں ہوجائیں۔ ؎1

اور فلکی وفنی اعتبار سے اشتباکِ نجوم یعنی ستارے خوب نظر آنے کی مذکورہ کیفیت مغرب اور عشاء کے درمیان کا ابتدائی دوتہائی وقت گزرنے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

؎1 (قَوْلُهُ :إلَى اشْتِبَاكِ النُّجُومِ) هُوَ الْأَصَحُّ .وَفِي رِوَايَةٍ لَا يُكْرَهُ مَا لَمْ يَغِبْ الشَّفَقُ بَحْرٌ أَيْ الشَّفَقُ الْأَحْمَرُ؛ لِأَنَّهُ وَقْتٌ مُخْتَلَفٌ فِيهِ فَيَقَعُ الشَّكُّ (ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۶۸، ۳۶۹، کتاب الصلاۃ)

علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اشتباکِ نجوم تک کی تاخیر کے بارے میں ایک قول تحریمی ہونے کا ہے، لیکن راجح تنزیہی ہونا ہے، اور ایک غیر اصح قول کے مطابق شفقِ احمر کے غروب تک کراہت نہیں ہے۔

احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

رمضان میں اگر بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پندرہ بیس منٹ تک تاخیر میں کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ یہ تاخیر زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے، اور بھوک کی حالت میں کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، لہٰذا کھانے سے فارغ ہوکر اطمینان اور فراغِ قلب کے ساتھ نماز پڑھنا چاہئے (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۳۸)

ہمارا مشاہدہ وتجربہ ہے کہ عام حالات میں پندرہ بیس منٹ تک اعتدال کے ساتھ افطار کرکے نماز میں شمولیت آسان ہوتی ہے، ضرورت کے وقت اس میں کمی بیشی بھی کی جاسکتی ہے، بس اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ چھوٹے بڑے ستارے خوب روشن ہوجائیں، اور زمین پر اندھیرا غالب آجائے۔

مختلف علاقوں اور موسموں کے لحاظ سے مذکورہ کیفیت یا بالفاظِ دیگر اشتباکِ نجوم کے اوقات مختلف ہوسکتے ہیں، نیز آب وہوا اور فضاء کے مکدّر، ابر آلود اور صاف ہونے کے اعتبار سے بھی فرق ہوسکتا ہے۔ تاہم اگر فلکی لحاظ سے یہ بات محقق ہوجائے کہ معتدل حالات میں سورج کے کتنی ڈگری نیچے چلے جانے کے بعد اشتباکِ نجوم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، تو پھر مختلف علاقوں کے اعتبار سے متعین اوقات کی تخریج کرکے اس کی تحدید وتعیین بھی ممکن ہے۔

اور آج کل شہروں میں آبادی اور مصنوعی روشنیوں کی کثرت اور آسمان کے مناظر دیکھنے میں مشکلات کے باعث اس کی فلکی تحقیق کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

اسی ضرورت کے لئے ہم نے اس پر غور کیا، تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ فلکی اعتبار سے سورج غروب ہونے کے بعد اس کے افق سے 6 ڈگری نیچے چلے جانے تک کی روشنی کو سول ٹیولائٹ (Civil Twilight) کہا جاتا ہے، اس روشنی میں شہری ماحول اور آبادی میں اخبار پڑھنا ممکن ہوتا ہے (جس کا مطلب یہ ہے کہ 6 ڈگری تک اندھیرا زیادہ نہیں ہوتا) اور 6 ڈگری کے بعد سے لے کر 12 ڈگری نیچے جانے تک کی روشنی کو ناٹیکل ٹیولائٹ (Nautical Twilight) کہا جاتا ہے، اس وقت میں سمندری راستوں پر سفر کرنے والوں کو معروف اور واضح ستارے نظر آنے لگتے ہیں (اور سمندری راستوں کی قید سے مصنوعی روشنیوں اور آبادی کی آلودگیوں سے احتراز مقصود ہے، کیونکہ فضا کی آلودگی اور مصنوعی روشنیاں ستاروں کے نظر آنے میں مانع ہوتی ہیں) اور 12 ڈگری سے لے کر 18 ڈگری تک کی روشنی کو آسٹرونومیکل ٹیولائٹ (Astronomical Twilight) کہا جاتا ہے، جس کے بعد رات کا اندھیرا اتنا گہرا ہوجاتا ہے، کہ اب مزید گہرا نہیں ہوسکتا (اور ہماری تحقیق کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسی وقت سے عشاء کے وقت کا آغاز ہوتا ہے، اور اس سے پہلے پہلے مغرب کا اداوقت ہوتا ہے)

لہٰذا غروب سے عشاء تک جو وقت ہے، اس وقت کو تین حصوں میں تقسیم کر کے غروب سے تہائی وقت گزرنے تک ضرورت کی وجہ سے مغرب کی نماز میں تاخیر کرنا گناہ نہیں ہے۔ ۱

---

۱ گزشتہ تفصیل کے پیشِ نظر اشتباکِ نجوم اور چھوٹے بڑے ستارے خوب نظر آنے کی کیفیت 12 ڈگری سے 18 ڈگری کے درمیان ہوتی ہے، کیونکہ 12 ڈگری تک اگر کوئی مانع نہ ہو، تو صرف تیز چمکنے والے ستارے ہی واضح نظر آتے ہیں، جبکہ فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق اشتباکِ نجوم چھوٹے اور بڑے ستاروں کے واضح نظر آنے کا وقت ہے، لہٰذا اگر سورج غروب ہونے سے لے کر 18 ڈگری کے مطابق درمیانی وقت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے، تو دو تہائی حصہ گزرنے کے کچھ وقت بعد اشتباکِ نجوم کی مذکورہ کیفیت پیدا ہوتی ہے، چنانچہ اگر مثلاً سورج غروب ہونے سے لے کر 18 ڈگری کے مطابق وقت ڈیڑھ گھنٹہ پر مشتمل ہو، تو غروبِ آفتاب کے ایک گھنٹہ گزرنے کے کچھ دیر بعد ہی اشتباکِ نجوم کی مذکورہ کیفیت پیدا ہوگی، اس سے پہلے نہیں، پس 12 ڈگری یا اس کے کچھ بعد تک مغرب کی نماز سے فراغت حاصل کر لینے میں کراہت نہ ہوگی، صرف استحباب کے خلاف ہوگا، اور افطار کی ضرورت کے لئے اتنی تاخیر میں حرج نہیں۔

اگر اس پر شبہ کیا جائے کہ یہ تو طویل وقت ہے، اور تعجیل کے منافی ہے، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ تعجیل مستحب ہے، اور یہاں بحث اُس وقت سے متعلق ہے، جو کراہت کو مستلزم ہو، جو کہ اشتباکِ نجوم کا وقت ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان مغرب کا ادا وقت ہے، لہٰذا اگر اس کے اکثر وقت کو کراہت میں داخل مانا جائے، تو اس میں حرجِ عظیم ہے، اور شریعت کے پیشِ نظر نمازوں کے اوقات میں جو یُسر و سہولت اور وسعت رکھی گئی ہے، اس مقصود کو فوت کر دینا ہے۔

لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ مکروہ وقت، غیر مکروہ وقت کے مقابلہ میں اقل ہونا چاہئے، جیسا کہ عصر کی نماز کے وقت کا معاملہ ہے۔

مذکورہ تحقیق ہمارے شرح صدر اور اطمینان پر مبنی ہے، اگر کسی صاحبِ علم وفن کو اس پر اطمینان نہ ہو، تو وہ خود تحقیق فرمالیں۔

(بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ تیسرا ایڈیشن) صفحات: 448

شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام

''شوال المکرّم'' کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات، صدقۂ فطر، چاندرات، عید کی نماز، عید کی رسمیں
شش عید کے روزوں وغیرہ کے متعلق فضائل ومسائل، بدعات ومنکرات، ماہِ شوال سے متعلق تاریخی واقعات

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت اضافہ واصلاح شُدہ تیسرا ایڈیشن (صفحات: 220)

کھانے پینے کے آداب

کھانے پینے اور دعوتِ طعام کی اسلامی تعلیمات، ہدایات اور سنن وآداب؛ کھانے پینے کے شرعی وطبّی
قواعد وضوابط اور فوائد ومنافع مفاسد ومضرات؛ اور علمی وتحقیقی پہلوؤں پر مدلّل بحث

مؤلف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

صدقۂ فطر کی فضیلت

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ، أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاۃِ فطر کو فرض قرار دیا، کھجور سے ایک صاع، یا جَو سے ایک صاع، ہر مسلمان آزاد یا غلام، مرد یا عورت پر (ترجمہ ختم)

حنفیہ کے نزدیک اس جیسی احادیث میں فرض سے مراد ''فرضِ عملی'' ہے، جس کو واجب کہا جاتا ہے۔

اور بعض روایات میں واجب کے الفاظ ہیں۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ صَارِخًا بِبَطْنِ مَكَّةَ يُنَادِيْ: اَنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَغِيْرٍ، أَوْ كَبِيْرٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى، حُرٍّ أَوْ مَمْلُوْكٍ، حَاضِرٍ أَوْ بَادٍ، صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ أَوْ تَمْرٍ (مستدرک حاکم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی وادی میں ایک پکارنے والے کو حکم فرمایا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ صدقۂ فطر حق ہے، واجب ہے ہر مسلمان پر، خواہ نابالغ ہو یا بالغ ہو، مرد ہو یا عورت ہو، آزاد ہو یا غلام ہو، شہری ہو یا دیہاتی ہو، جَو سے ایک صاع یا کھجور سے ایک صاع (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ، مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُوْلَةٌ، وَمَنْ

---

[1] حدیث نمبر ۱۵۰۴، کتاب الزکاۃ، باب: صدقۃ الفطر علی العبد وغیرہ من المسلمین.

[2] حدیث نمبر ۱۴۹۲، کتاب الزکاۃ، واللفظ لہٗ، سنن البیہقی، حدیث نمبر ۷۷۲۶.

أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ صَدَقَةٌ مِّنَ الصَّدَقَاتِ(سنن أبی داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاۃِ فطر (یعنی صدقۂ فطر) روزے داروں کو بیکار اور بے ہودہ باتوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے اور مساکین کو کھلانے (یعنی ان کی مدد وتعاون کرنے) کے لئے مقرر فرمایا، جس نے (عید کی) نماز سے پہلے ادا کردیا تو یہ مقبول صدقۂ فطر ہے اور جس نے عید کی نماز کے بعد ادا کیا تو پھر یہ صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ صدقۂ فطر سے روزے یا روزہ دار کی تطہیر وپاکیزگی حاصل ہوتی ہے، اور جو روزے کی حالت میں فضول اور فحش کلام وغیرہ سرزَد ہوجاتے ہیں، صدقۂ فطر کے ذریعہ سے ان کا ازالہ ہوجاتا ہے، اور صدقۂ فطر سے ضرورت مندوں کا تعاون الگ ہوتا ہے۔ اور صدقۂ فطر کا عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، اور یہ فضیلت عید کی نماز کے بعد ادا کرنے سے حاصل نہیں ہوتی، اگرچہ صدقۂ فطر کی ادائیگی ہوجاتی ہے، اور صدقۂ فطر کا رمضان کے مہینے میں بھی کسی وقت ادا کرنا جائز ہے۔

وزن کے اعتبار سے چار قسم کی چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے صدقۂ فطر ادا کرنا جائز ہے، اور وہ چار چیزیں یہ ہیں:

(۱)......ایک صاع کشمش (۲)......ایک صاع کھجور (یا چھوارا)

(۳)......ایک صاع جَو (۴)......آدھا صاع گندم (یا گیہوں)

صاع عرب میں اُس زمانے میں ناپنے کے پیمانے تھے، ایک صاع چار مُد کا اور آدھا صاع دو مُد کا ہوتا تھا ہمارے مروّجہ وزن کے لحاظ سے آدھا صاع اکثر علماء کی تحقیق کے مطابق پونے دوسیر (یعنی ایک کلو چھ سو تینتیس گرام) کے وزن کے برابر اور ایک صاع اس وزن کا دوگنا یعنی ساڑھے تین سیر (یعنی تین کلو اور دو سو چھیاسٹھ گرام) کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔

جن چار اشیاء کا ذکر کیا گیا (یعنی ایک صاع کشمش، یا ایک صاع کھجور وچھوارا، یا ایک صاع جَو، یا آدھا صاع گندم) اُن میں سے کسی بھی چیز کو بعینہٖ یا اُن میں سے کسی ایک چیز کی قیمت کو ادا کرنا درست ہے۔

اور ان میں سے کسی چیز کی قیمت نقد کی صورت میں ادا کرنا اس لحاظ سے بہتر ہے کہ اس سے غریب ومستحق کی ہر قسم کی ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔

---

[1] حدیث نمبر ۱۶۰۹، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الفطر، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت، واللفظ لہٗ، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۱۴۸۸۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مذکورہ چار چیزوں میں سے کسی خاص ایک چیز سے صدقۂ فطر ادا کرنے کی پابندی نہیں لگائی، اور ایک سہولت یہ بھی دی گئی کہ اگر کوئی ان چیزوں کے بجائے ان میں سے کسی ایک چیز کی مالیت کی کوئی اور چیز دینا چاہے مثلاً چاول، مکئی، باجرہ، چنا، دال، پنیر، دودھ وغیرہ یا نقد رقم دینا چاہے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

اگر کوئی ایک صاع کشمش کے بجائے نقدی دینا چاہے، تو بازار میں جتنی رقم کی ایک صاع کشمش آتی ہے، اتنی رقم ادا کرے، اور اگر کھجور کے بجائے اس کی قیمت دینا چاہے تو بازار میں جتنی رقم کی ایک صاع کھجور آتی ہے، اتنی رقم ادا کردے، اور اگر جَو سے ادا کرنا چاہے، تو بازار میں جتنی رقم کا ایک صاع جَو آتا ہے، اتنی رقم صدقہ کردے۔

اور اگر گندم کے بجائے اس کی قیمت دینا چاہے تو جتنی رقم کی آدھا صاع گندم آتی ہے، اتنی رقم ادا کردے۔

آج کل کم علمی کی وجہ سے اولاً تو بہت سے لوگوں کو صدقۂ فطر کے بارے میں یہ معلوم ہی نہیں کہ اس میں شریعت کی طرف سے کیا کیا چیزیں مقرر کی گئی ہیں، بس وہ رقم کو ہی اصل مقصود سمجھتے ہیں، حالانکہ مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ رقم یا نقدی تو مذکورہ اشیاء کا بدل ہے، اصل نہیں، اصل تو یہی مذکورہ اشیاء ہیں۔

دوسرے اگر کسی کو معلوم بھی ہوتا ہے تو صرف گندم کا علم ہوتا ہے، باقی تین اشیاء کا علم ہی نہیں ہوتا۔

جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر بڑے سے بڑا امیر وغریب شخص گندم ہی کے حساب سے صدقۂ فطر ادا کرتا ہے۔

جبکہ زیادہ مالیت والی چیز یا اس کی قیمت سے صدقۂ فطر کی ادائیگی زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

پس اگر صاحبِ حیثیت لوگ فی کس ایک صاع کشمش، یا ایک صاع کھجور، یا اس کی مالیت سے صدقۂ فطر ادا کریں، تو زیادہ اجر وثواب اور زیادہ فائدہ کا باعث ہے۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ مذکورہ تمام اشیاء سامنے رکھ کر اپنی حسبِ حیثیت ہر شخص بڑھ چڑھ کر صدقۂ فطر ادا کرنے کی کوشش کرے، تاکہ زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل ہو۔

اہلِ علم حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کو صدقۂ فطر کی مذکورہ پوری اور مکمل تفصیل بتلائیں اور زیادہ مالیت والی چیز کے اعتبار سے نقد رقم دینے کی زیادہ فضیلت بھی بتلائیں۔

مقالات ومضامین مولانا محمد ناصر

سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کے فضائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی احادیث میں سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کے عظیم الشان فضائل بیان فرمائے ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ السَّلَامَ اِسْمٌ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ وَضَعَهُ فِي الْأَرْضِ، فَأَفْشُوْهُ فِيْكُمْ؛ فَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا سَلَّمَ عَلَى الْقَوْمِ فَرَدُّوْا عَلَيْهِ، كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ فَضْلُ دَرَجَةٍ؛ لِأَنَّهُ ذَكَّرَهُمْ، فَإِنْ لَّمْ يَرُدُّوْا عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُمْ وَأَطْيَبُ (المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۱۰۳۹۱، واللفظ لهٗ؛ مسند بزار مرفوعاً، حديث نمبر ۱۷۷۱؛ الادب المفرد للبخاری موقوفاً عن ابن مسعود، روايت نمبر ۱۰۷۹؛ شعب الايمان موقوفاً، روايت نمبر ۸۴۰۰) [1]

ترجمہ: سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اُتارا ہے، اس لیے تم آپس میں سلام کو عام کرو، کیونکہ (مسلمان) آدمی جب کچھ لوگوں کو سلام کرتا ہے، اور وہ اس کو (سلام کا) جواب دیتے ہیں، تو اس شخص کو (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) اُن سب لوگوں پر فضیلت کا ایک بلند مقام حاصل ہوجاتا ہے، کیونکہ اس نے (سلام کرکے) سب کو سلام یاد دلایا، اور اگر وہ لوگ اس کو (سلام کا) جواب نہیں دیتے، تو ایسے لوگ (یعنی فرشتے) اس کو (سلام کا) جواب دیں گے، جو اُن لوگوں سے بہتر اور پاکیزہ ہیں (طبرانی)

مذکورہ حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دینے والے پر فضیلت حاصل ہے، دوسرا یہ کہ سلام کرنے والے کو اگر لوگوں سے سلام کا جواب نہ ملے تو فرشتے اُس کے سلام کا جواب

---

[1] قال الهيثمی:

رواه البزار بإسنادين، والطبرانی بأسانيد وأحدهما رجاله رجال الصحيح عند البزار والطبرانی (مجمع الزوائد، حديث نمبر ۱۲۷۲۴، كتاب الأدب، باب ما جاء فی السلام وإفشائه)

دیتے ہیں۔ [۱]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لاَ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلاَ تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا اَفَلاَ اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَمْرٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلاَمَ بَیْنَکُمْ (ابوداؤد، باب فی افشاء السلام، واللفظ لہٗ؛ مسلم، کِتَابُ الْإِیمَانَ، بَابُ بَیَانِ أَنَّہُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ)

ترجمہ: اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جب تک تم مؤمن نہیں ہوجاؤ گے، جنت میں داخل نہیں ہوگے، اور (کامل) مؤمن اُس وقت تک نہیں ہوگے، جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہیں کروگے، کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتلاؤں، جس کے کرنے سے آپس میں ایک دوسرے سے محبت پیدا ہوگی؟ آپس میں سلام کو پھیلاؤ (ابوداؤد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کرنے سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے، اور تجربہ بھی ہے کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے سلام کرنے سے دِلوں کی رنجش اور آپس کا بُغض اور حسد دُور ہوتا ہے۔ [۲]

آپس میں سلام پھیلانے کے حکم کا مضمون حضرت براء بن عازب، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ابوہریرہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [۳]

---

[۱] (السلام اسم من أسماء الله) كما قال (هو السلام المؤمن) (وضعه) في رواية جعله (الله في الأرض فأفشوه بينكم فإن الرجل المسلم إذا مر بقوم فسلم عليهم فردوا عليه كان له عليهم فضل درجة بتذكيره إياهم السلام فإن لم يردوا عليه رد عليه من هو خير منهم وأطيب) وهم الملائكة الكرام (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۴۸۴۶)

[۲] والمعنى لا تؤمنون إيمانا كاملا حتى تحابوا بحذف إحدى التاء ين وتشديد الموحدة المضمومة أي حتى يحب كل منكم صاحبه (مرقاة، كتاب الآداب، باب السلام)

[۳] عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ " :أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَنَصْرِ الضَّعِيفِ وَعَوْنِ الْمَظْلُومِ وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ (بخاري، كتاب الاستئذان، باب افشاء السلام)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اعْبُدُوا الرَّحْمَنَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَأَفْشُوا السَّلَامَ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ (ترمذی، حدیث نمبر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ کئی تفصیلی اور لمبی احادیث میں بھی دیگر اعمال کے ساتھ سلام پھیلانے کے مختلف فضائل وفوائد ذکر ہوئے ہیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں لوگوں کوسلام کرنے کو صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ ۱

اور ایک حدیث میں بھائی کو سلام کرنے کو محبت میں اخلاص اور صفائی پیدا کرنے کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔ ۲

اور ایک حدیث میں مسلمان کے حقوق میں سے ایک حق ملاقات کے وقت اُسے سلام کرنا بتلایا گیا ہے۔ ۳

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

۱۸۵۵، واللفظ لہٗ؛ ابنِ ماجہ، حدیث نمبر ۳۲۹۴، عن عبداللہ بن عمرو)

یا أیہا الناس أطعموا الطعام، وأفشوا السلام، وصلوا الأرحام، وصلوا والناس نیام، تدخلوا الجنۃ بسلام (دلائل النبوۃ للبیہقی، حدیث نمبر ۷۸۴، عن عبداللہ بن سلام، واللفظ لہٗ؛ ابنِ ماجہ، حدیث نمبر ۳۲۴۲)

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، قَالَ :قُلْتُ :یَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّی إِذَا رَأَیْتُکَ طَابَتْ نَفْسِی وَقَرَّتْ عَیْنِی، فَأَنْبِئْنِی عَنْ کُلِّ شَیْءٍ .فَقَالَ " :کُلُّ شَیْءٍ خُلِقَ مِنْ مَاءٍ "قَالَ :قُلْتُ :أَنْبِئْنِی عَنْ أَمْرٍ إِذَا أَخَذْتُ بِهِ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ .قَالَ " :أَفْشِ السَّلَامَ، وَأَطْعِمِ الطَّعَامَ، وَصِلِ الْأَرْحَامَ، وَقُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ، ثُمَّ ادْخُلِ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (مسند احمد، حدیث نمبر ۷۹۳۲)

إسنادہ صحیح، رجالہ ثقات (حاشیہ مسند احمد، حدیث نمبر ۷۹۳۲)

عَنْ عَلِیٍّ، رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " :إِنَّ فِی الْجَنَّةِ غُرَفًا یُرَى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا "، فَقَامَ أَعْرَابِیٌّ فَقَالَ :لِمَنْ هِیَ یَا رَسُولَ اللهِ ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " :لِمَنْ قَالَ :طَیِّبُ الْکَلَامِ، وَأَفْشَى السَّلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَصَلَّى بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ " (شعب الایمان، مَا جَاءَ فِی إِطْعَامِ الطَّعَامِ وَسَقْیِ الْمَاءِ، واللفظ لہٗ؛ مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۲۶۲۵۷)

۱ "یُصْبِحُ کُلَّ یَوْمٍ عَلَى کُلِّ سُلَامَى مِنَ ابْنِ آدَمَ صَدَقَةٌ "ثُمَّ قَالَ" :إِمَاطَتُکَ الْأَذَى عَنِ الطَّرِیقِ صَدَقَةٌ، وَتَسْلِیمُکَ عَلَى النَّاسِ صَدَقَةٌ (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۱۵۴۸، عن ابی ذر، واللفظ لہٗ؛ السنن الکبریٰ للنسائی، حدیث نمبر ۸۹۷۹)

حدیث صحیح، رجالہ رجال الصحیح (حاشیہ مسند احمد)

۲ ثلاث یصفین لک ود أخیک تسلم علیہ إذا لقیتہ، وتوسع لہ فی المجلس، وتدعوہ بأحب أسمائہ إلیہ (الأحادیث المرفوعۃ من التاریخ الکبیر للبخاری، حدیث نمبر ۸۲۱، عن عثمان بن طلحۃ، واللفظ لہٗ؛ الآداب للبیہقی، حدیث نمبر ۱۹۱؛ شعب الایمان، فصل فیما ورد من الاخبار فی التشدید علی من اقترض من عرض اخیہ المسلم الخ؛ مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۵۸۱۵؛ المعجم الاوسط، حدیث نمبر ۸۳۶۹)

رواہ الطبرانی فی الأوسط، وفیہ موسی بن عبد الملک بن عمیر وھو ضعیف (مجمع الزوائد، باب ما یصفی الود)

۳ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِیلَ :مَا هُنَّ یَا رَسُولَ اللهِ؟، قَالَ :إِذَا لَقِیتَهُ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ، وَإِذَا دَعَاکَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَکَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَسَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ (مسلم، کتاب الْآدَابِ، بَابُ مِنْ حَقِّ الْمُسْلِمِ لِلْمُسْلِمِ رَدُّ السَّلَامِ)

جبکہ بخاری کی ایک روایت میں سلام کا جواب دینے کو مسلمان کے حقوق میں سے ایک حق بتلایا گیا ہے۔ ۱
معلوم ہوا کہ ملاقات کے وقت سلام کرنا اور دوسرے کے سلام کا جواب دینا مسلمانوں کے ایک دوسرے پر حق ہیں۔
اور ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کو راستہ کے حقوق میں سے شمار کرایا ہے۔ ۲
اور ایک حدیث میں ایمان مکمل کرانے والے اعمال میں عالَم (یعنی جہان) کے اندر سلام پھیلانے (یعنی ہر مسلمان سے ملاقات کے وقت سلام کرنے) کو شمار کرایا گیا ہے۔ ۳
اور ایک حدیث میں سلام کے پھیلانے کو جنت میں داخل کرانے والے کاموں میں سے شمار کرایا گیا ہے۔ ۴
اور ایک حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا اُن کاموں میں سے ہے، جن کی وجہ سے یہودی مسلمانوں سے حسد رکھتے ہیں۔ ۵
اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ:

---

۱ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ :رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ (بخاری، حدیث نمبر ۱۲۴۰، عن ابی ہریرۃ)

۲ إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ ، فَقَالُوا :مَا لَنَا بُدٌّ، إِنَّمَا هِيَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا، قَالَ: فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجَالِسَ، فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهَا ، قَالُوا :وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ؟ قَالَ :غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ (بخاری، حدیث نمبر ۲۴۶۵، بَابُ أَفْنِيَةِ الدُّورِ وَالْجُلُوسِ فِيهَا، وَالْجُلُوسِ عَلَى الصُّعُدَاتِ، عن ابی سعید الخدری)

۳ عن عمار قال قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثَلَاثٌ مِنَ الْإِيمَانِ :الْإِنْفَاقُ مِنَ الْإِقْتَارِ، وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِهِ (مسند بزار، حدیث نمبر ۱۳۹۶، واللفظ لہ؛ بخاری، موقوفاً عن عمار بن یاسر، بَابٌ :إِفْشَاءُ السَّلَامِ مِنَ الإِسْلَامِ)

قال الہیثمی: رواہ البزار، ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد)

فقولہ :(ثلاث) ...... خصال ثلاث، ...... وقولہ :(من) ...... (الإیمان) ...... ومعناہ :فقد حاز کمال الإیمان، تدل علیہ روایۃ شعبۃ (فقد استکمل الإیمان) (عمدۃ القاری، کتاب الإیمان، باب إفشاء السلام من الإسلام، ملخصاً)

۴ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ :إِنَّ مِنْ مُوجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ بَذْلُ السَّلَامِ، وَحُسْنُ الْكَلَامِ (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۴۶۹، عن مقدام بن شریح؛ مکارم الأخلاق للخرائطی، حدیث نمبر ۱۳۵؛ ابنِ حبان، حدیث نمبر ۴۹۰)

وفی حاشیۃ ابن حبان: إسنادہ قوی.

۵ مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ، مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِينِ (ابنِ ماجہ، حدیث نمبر ۸۵۶، عن عائشۃ) رَوَاهُ ابْن مَاجَه بِإِسْنَاد صَحِيح (الترغیب والترہیب للمنذری، تحت رقم الحدیث ۷۳۴)

أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ (بخاری، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَاب إِطْعَامُ الطَّعَامِ مِنَ الإِسْلَامِ)

ترجمہ:ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ بہتر اسلام کونسا ہے؟آپ نے فرمایا یہ کہ تم (دوسروں کو) کھانا کھلاؤ اور اُسے بھی سلام کرو جسے تم جانتے ہو اور اُسے بھی جسے تم نہیں جانتے (بخاری) [۱]

اور بعض روایات میں قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی صرف جان پہچان والوں کو سلام کرنا بتلائی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُسَلِّمَ الرَّجُلُ عَلَى الرَّجُلِ، لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِلَّا لِلْمَعْرِفَةِ (مسند احمد، حدیث نمبر ۳۸۴۸) [۲]

ترجمہ: قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو سلام صرف جان پہچان کی وجہ سے کرے گا (مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے قریب سلام ایک دینی حکم اور دینی عمل کے بجائے ایک رسم کے طور پر استعمال ہونے لگے گا، یعنی جاننے پہچاننے والے کو سلام کیا جائے گا، جس کی حیثیت ایک رسم سے زیادہ نہ ہوگی۔

---

[۱] لیکن جس آدمی کے غیر مسلم ہونے کا علم ہو، تو اُسے سلام کرنے سے دوسری کئی احادیث میں منع کیا گیا ہے۔
لَا تَبْدَءُوا الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ، فَإِذَا لَقِيْتُمْ أَحَدَهُمْ فِيْ طَرِيْقٍ، فَاضْطَرُّوْهُ إِلٰى أَضْيَقِهٖ (مسلم، كتاب الآداب، بَابُ النَّهْيِ عَنِ ابْتِدَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ بِالسَّلَامِ وَكَيْفَ يُرَدُّ عَلَيْهِمْ، عن ابی هريرة)

[۲] حديثه حسن، وهذا إسناد ضعيف (حاشيه مسند احمد)

اضافہ واصلاح شدہ دوسرا ایڈیشن

مشورہ واستخارہ کے فضائل واحکام

مشورہ واستخارہ کی فضیلت واہمیت، مشورہ کرنے اور دینے والے اور مشورہ کئے جانے والے کاموں کے اصول وآداب اور مشورہ پر مرتب ہونے والے فوائد ومنافع۔ مسنون استخارہ کے فضائل وفوائد، استخارہ کا طریقہ، استخارہ کے مسائل۔ استخارہ کے نتیجہ اور ثمرہ کی تحقیق، غیر شرعی استخارے اور استخارہ کے متعلق رائج منکرات وبدعات پر تفصیلی کلام قرآن، حدیث، صحابۂ کرام، فقہائے عظام، محدثین اور علماء وحکماء کے حوالہ جات کی روشنی میں مدلّل ومفصّل ابحاث

مؤلف: مفتی محمد رضوان

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

شراب اور نشہ کے دنیاوی اور دینی نقصانات (قسط۴)

نشہ آور چیز کے استعمال پر جہنمیوں کا میل کچیل پلایا جائے گا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلاً قَدِمَ مِنْ جَيْشَانَ، وَجَيْشَانُ مِنَ الْيَمَنِ، فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرَابٍ يَشْرَبُوْنَهُ بِأَرْضِهِمْ مِّنَ الذُّرَةِ، يُقَالُ لَهُ: الْمِزْرُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوَ مُسْكِرٌ هُوَ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، إِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَهْدًا لِمَنْ يَّشْرَبُ الْمُسْكِرَ أَنْ يَّسْقِيَهُ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا طِيْنَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ أَوْ عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ (مسلم، رقم الحديث ۲۰۰۲ "۷۲")

ترجمہ: جیشان کا ایک آدمی آیا، اور جیشان یمن میں ہے، پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شراب کے بارہ میں سوال کیا، جو شراب کہ اُن کے علاقہ میں لوگ مکئی سے تیار کی ہوئی پیتے ہیں، جس کو ''مِـزْر'' کہا جاتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ نشہ آور ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ بے شک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نشہ آور (چیز) حرام ہے، بے شک اللہ عزوجل کا اس شخص کے لئے عہد (اور وعدہ) ہے جو نشہ آور چیز پیئے گا کہ اس کو ''طینۃ الخبال'' پلائیں گے، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ''طینۃ الخبال'' کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنمیوں کا پسینہ یا جہنمیوں کا میل کچیل (مسلم)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ : مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ سُكْرًا مَرَّةً وَاحِدَةً، فَكَأَنَّمَا كَانَتْ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا فَسُلِبَهَا، وَمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ سُكْرًا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُّسْقِيَهُ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ "قِيْلَ:

وَمَا طِيْـنَةُ الْـخَبَـالِ يَـا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ عُصَارَةُ أَهْلِ جَهَنَّمَ (مسند احمد،رقم الحديث ٦٦٥٩)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نشہ کی وجہ سے ایک مرتبہ نماز کو چھوڑ دیا،تو وہ گویا کہ ایسا ہے کہ اس کے پاس دنیا اور دنیا کی تمام نعمتیں تھیں، جو اس سے چھین لی گئیں،اور جس نے نشہ کی وجہ سے نماز کو چار مرتبہ چھوڑ دیا،تو اللہ عزوجل پر یہ بات حق ہے کہ اس کو ''طینۃ الخبال'' پلائیں،عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ''طینۃ الخبال'' کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جہنم والوں کا میل کچیل (مسند احمد)

''طینۃ الخبال'' سے مراد جہنمیوں کا میل کچیل ہے، جس میں جہنمیوں کا پسینہ اور جہنمیوں کے زخمی جسم سے نکلنے والا خون اور پیپ سب داخل ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جہنمیوں کا یہ میل کچیل ایک حوض میں جمع ہوگا، جو بعض گناہ گاروں کو بطور عذاب کے پلایا جائے گا، جن میں وہ گناہ گار بھی شامل ہوں گے، جو دنیا میں شراب نوشی اور نشہ کیا کرتے تھے،اور اس شراب اور نشہ کی وجہ سے نمازیں بھی ضائع کردیتے تھے۔ [1]

نشہ کی حالت میں رحمت کے فرشتے قریب نہیں آتے

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ثَلَاثَةٌ لَا يَـقْبَـلُ اللّٰهُ لَهُمْ صَلَاةً، وَلَا تَقْرَبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ: اَلسَّكْرَانُ حَتّٰى يُفِيْقَ مِنْ سُكْرِهِ، وَالْجُنُبُ حَتّٰى يَغْتَسِلَ

[1] (ردغة الخبال) بسكون الدال المهملة ويفتح والخبال بفتح الخاء المعجمة قال ابن الملك :الردغة بسكون الدال وفتحها وأهل الحديث يرونه بالسكون لا غير، وفى النهاية جاء تفسيرها فى الحديث أنها عصارة أهل النار والردغة بسكون الدال وفتحها طين ووحل كثير والخبال فى الأصل الفساد ويكون فى الأفعال والأبدان والعقول اه .قيل :سمى به الصديد ;لأنه من المواد الفاسدة وقيل :الخبال موضع فى جهنم مثل الحياض يجتمع فيه صديد أهل النار وعصارتهم (مرقاة، كتاب الحدود، باب الشفاعة فى الحدود، الفصل الثانى)

(قالوا :يا رسول الله وما طينة الخبال؟) بالرفع على أنه خبر (ما) وفى نسخة بالجر على الحكاية وعلى طبقه قال :عرق أهل النار أو عصارة أهل النار) أى ما يسيل عنهم من الدم والصديد (مرقاة، كتاب الحدود، باب بيان الخمر ووعيد شاربها)

وَيُصَلِّيَ، وَالْمُتَخَلِّقُ بِالزَّعْفَرَانِ حَتّٰى يُغْسَلَ عَنْهُ (حلية الاولياء، ج۴ص ۹۶،واللفظ لهٗ، كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ۲۹۳۰) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی، اور نہ ان کے قریب فرشتے آتے، ایک تو نشہ کرنے والا، جب تک کہ وہ اپنے نشہ سے ہوش میں نہ آجائے، دوسرے جنبی جب تک کہ وہ غسل نہ کرلے، اور نماز نہ پڑھ لے، تیسرے زعفران لتھیڑنے والا، جب تک کہ اس کو دھونہ لے (ابونعیم، بزار)

اس قسم کا مضمون اور سندوں سے بھی آیا ہے۔ [2]

اور بعض احادیث میں یہ مضمون تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ آیا ہے۔ [3]

اور بعض احادیث میں ایسے گھر میں بھی فرشتوں کے داخل نہ ہونے کا ذکر ہے، جس میں کتا، یا جاندار کی تصویر ہو، یا گانے بجانے کا آلہ ہو۔ [4]

حدیث میں جو جُنبی کے لئے وعید سُنائی گئی ہے، یہ ایسے جنبی شخص کے لئے ہے، جس پر یا تو کسی ناجائز و گناہ

---

[1] قال المنذری: رواه البزار بإسناد صحيح (الترغيب والترهيب، ج۳ص ۱۸۱، كتاب الحدود)

[2] عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :ثَلاثٌ لا تَقْرَبُهُمُ الْمَلائِكَةُ :السَّكْرَانُ، وَالْمُتَخَلِّقُ، وَالْجُنُبُ لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ يُوسُفَ بْنِ صُهَيْبٍ إِلَّا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَكِيمٍ، وَهُوَ أَبُو بَكْرٍ الدَّاهِرِيُّ، تَفَرَّدَ بِهِ :سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۵۲۳۳؛ مسند البزار،۴۴۲۶)

قال البزار: وَهَذَا الْحَدِيثُ لا نَعْلَمُهُ يُرْوَى عَن بُرَيدة إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، ولا نَعْلَمُ رَوَاهُ عَنْ يُوسُفَ بْنِ صُهَيْبٍ إِلَّا عَبد اللَّهِ بْنُ حَكِيمٍ (حواله بالا)

وقال الهيثمی: رواه الطبرانی وفيه عبد الله بن حكيم، وهو ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۷۵۲، باب ما جاء فی الخلوق)

[3] عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :ثَلَاثَةٌ لَا تَقْرَبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ :جِيفَةُ الْكَافِرِ، وَالْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلُوقِ، وَالْجُنُبُ، إِلَّا أَنْ يَتَوَضَّأَ (سنن أبی داود، رقم الحديث ۴۱۸۰، باب فی الخلوق للرجال)

[4] عن ابن عباس، عن أبی طلحة، رضی الله عنهم قال :قال النبی صلی الله عليه وسلم :لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا تصاوير(بخاری، رقم الحديث ۵۹۴۹، كتاب اللباس، باب التصاوير)

عن عائشة، قالت :بينما هی عندها إذ دخل عليها بجارية وعليها جلاجل يصوتن، فقالت :لا تدخلنها علی إلا أن تقطعوا جلاجلها، وقالت :سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول :لا تدخل الملائكة بيتا فيه جرس (ابوداؤد، رقم الحديث ۴۲۳۱، باب ما جاء فی الجلاجل)

کے کام کی وجہ سے غسل واجب ہوا ہو، یا پھر ایسے شخص کے لئے ہے، جو بلا عذر دیر تک جنابت کی حالت میں رہے، اور اس سے بڑھ کر اسی حال میں اس کی نماز بھی قضاء ہو جائے، جس کی طرف حدیث میں اشارہ بھی پایا جاتا ہے؛ بعض محدثین نے فرمایا کہ اگر کسی جنبی کو جلدی غسل کرنا ممکن نہ ہو، تو اس کو اس وعید سے بچنے کے لئے کم از کم وضو کر لینا چاہئے، جس کا بعض احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے۔

اور مرد حضرات کو زعفران کی خوشبو لتھیڑنا منع ہے۔

اور شراب اور اس کی وجہ سے نشہ کے گناہ کا ہونا بالکل ظاہر ہے۔

ان افعال سے برکت اور رحمت کے فرشتوں کو ایذاء پہنچتی ہے، اس لئے وہ ایسے شخص کے قریب نہیں آتے؛ البتہ جو فرشتے انسان کے نامۂ اعمال لکھتے ہیں، وہ اس وقت بھی ساتھ ہوتے ہیں، اور انسان کے اعمال کو لکھتے ہیں، بلکہ ان گناہ کے اعمال کو بھی لکھتے ہیں۔ ۱؎

۱؎ (ثلاثة لا تقربهم الملائكة) بخير (السكران) أى سكرا تعدى به (والمتضمخ بالزعفران) أى تعديا (والحائض والجنب) ومثلهما النفساء ويظهر أن المراد بالحائض والنفساء انقطع من دمه منهما وأمكنه الغسل لتفريطه بإهماله أما غيره ففيه احتمال(البزار) فى مسنده (عن بريدة) بن الحصيب المسلمى قال الهيثمى :فيه عبد الله بن حكيم لم أعرفه وبقية رجاله ثقات(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۳۵۲۵) (ثلاثة لا تقربهم الملائكة) أى الملائكة النازلون بالبركة والرحمة والطائفون على العباد للزيارة واستماع الذكر وأضرابهم لا الكتبة فإنهم لا يفارقون المكلفين طرفة عين فى شىء من أحوالهم الحسنة والسيئة (ما يلفظ من قول إلا لديه رقيب عتيد) (جيفة الكافر والمتضمخ) أى الرجل المتضمخ (بالخلوق) بالفتح طيب له صبغ يتخذ من الزعفران وغيره لما فيه من الرعونة والتشبه بالنساء (والجنب إلا أن يتوضأ) قال الكلاباذى :يجوز كونه فيمن أجنب من محرم أما من حلال فلا يجتنبه الملك ولا البيت الذى فيه فقد كان النبى صلى الله عليه وسلم يصبح جنبا بغير حلم ويصوم ذلك اليوم وكان يطوف على نسائه بغسل واحد ويجوز كونه فيمن أجنب باحتلام وترك الغسل مع وجود الماء فبات جنبا لأن الحلم من الشيطان فمن تلعب به فى يقظته أو نومه تجنبه الملك الذى هو عدو الشيطان (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۳۵۲۳)

اضافہ واصلاح شدہ دوسرا ایڈیشن

خُفّین اور موزوں پر مسح کے احکام

وضو میں پاؤں دھونے اور خُفّین وموزوں پر مسح کی شرعی حیثیت، خُفّین وموزوں پر مسح کی احادیث وروایات کی تحقیق، خُفّین اور کس قسم کے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور کس قسم کے موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں؟ چمڑے کے موزوں کی خصوصیات واوصاف کیا ہیں؟ مروّجہ عام جرابوں پر مسح جائز ہے یا ناجائز؟ اس بارے میں صحیح نقطۂ نظر کیا ہے؟ اور موزوں پر مسح سے متعلق مدلّل ومفصّل احکام

مصنّف: مفتی محمد رضوان

مقالات ومضامین

مفتی منظور احمد

تجارت انبیاء وصلحاء کا پیشہ (قسط۹)

ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا بڑی مالدار خواتین میں سے تھیں اوران کا پیشہ بھی تجارت تھا وہ لوگوں کو اپنا مال مضاربت کے طور پر دیا کرتی تھیں، ان کا اکیلا مال قریش کے پورے قافلے کے برابر ہوا کرتا تھا، انہوں نے حضور اقدس ﷺ کو بھی مال دے کر شام کو تجارت کے لئے بھیجا تھا اوراسی سے متأثر ہوکر وہ حضور اقدس ﷺ کے نکاح میں آئیں ۔اس سفر تجارت اور اس میں ہونے والے نفع اور باقی تفصیلات کا تذکرہ پچھلے صفحات میں گذر چکا ہے (الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد، ج۸ص۱۶، ذکر خدیجہ)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بھی بہت بڑے تاجر تھے اوران کو تجارت میں بڑا نفع ہوتا تھا، ان سے کسی نے کہا کہ آپ کو تجارت میں اتنا نفع کیسے ہوتا ہے تو انہوں نے کہا میں نے کبھی عیب دار چیز کا عیب نہیں چھپایا اور کبھی نفع میں (حد سے زیادہ) اضافہ نہیں کیا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے نفع دیتا ہے، ان کے ایک ہزار غلام تھے جو روزانہ مزدوری کر کے ایک بہت بڑی رقم لاتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے اپنا ایک مکان چھ لاکھ میں فروخت کیا۔ یہ بھی واضح رہے کہ ان کا تجارت سے حاصل ہونے والا یہ سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ اور خدمت اسلام کے خاطر خرچ ہوتا تھا (سیر اعلام النبلاء، ج۱ص۵۶، ۵۷، فضائل زبیر بن العوام)

ان کی تجارت میں مہارت اور سمجھ بوجھ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن جعفر نے ایک زمین ساٹھ ہزار دینار کی خریدی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چلا تو وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ زمین اتنی قیمت کی نہیں عبداللہ بن جعفر کو اس میں بہت زیادہ نقصان ہوا ہے، بلکہ انہوں نے یہ بہت ہی بے وقوفانہ سودا کیا ہے، انہوں اس بات کا عزم کیا کہ وہ حضرت عثمان جو اس وقت امیر المؤمنین تھے اور سفیہ پر حجر (پابندی) کے قائل تھے، ان کے پاس جا کر عبداللہ بن جعفر کی سفاہت اور اپنے مال میں غلط اور نقصان دہ تصرف کی وجہ سے ان پر حجر کرائیں گے تاکہ وہ آئندہ ایسا کوئی سودا نہ کرسکیں، عبداللہ بن جعفر کو پتہ چلا تو وہ جلدی سے حضرت زبیر کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ میں نے اتنے میں سودا کیا ہے، اور حضرت علی حضرت عثمان کے پاس جا کر مجھ پر حجر (پابندی) لگوانا چاہتے ہیں، حضرت زبیر بہت ہی سمجھدار اور ذہین تاجر تھے انہوں نے کہا اس سودے میں میں تمہارا شریک ہوں، حضرت علی حضرت عثمان کے پاس

آئے اور کہا کہ میرے بھتیجے نے ساٹھ ہزار کی ایک زمین خریدی ہے جو میں اپنے جوتے کے بدلے خریدنے پر بھی راضی نہیں ہوں، لہٰذا اس پر حجر کیجیے، حضرت زبیر نے کہا کہ میں اس سودے میں عبداللہ کا شریک ہوں، حضرت عثمان نے فرمایا میں ایسے شخص پر کیسے حجر (پابندی) لگا سکتا ہوں جس کا شریک زبیر ہو۔ کیونکہ زبیر کبھی گھاٹے کا سودا نہیں کرتے (سنن البیہقی، ج ۶ ص ۶۱، رقم الحدیث ۱۱۶۶۹)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی جب وفات ہوئی تو بڑی بھاری مقدار میں ترکہ انہوں نے چھوڑا تھا، ان کے اوپر قرضے بھی بہت تھے اور انہوں نے وصیتیں بھی کی تھیں، امام بخاری نے اس کی تفصیل اپنی صحیح میں ذکر فرمائی ہے، اس کی وضاحت میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

> حضرت زبیر بن العوام امانت دار آدمی تھے لوگ اپنی امانتیں ان کے پاس رکھوایا کرتے تھے ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان سے فرماتے تھے کہ میں تمہاری امانتیں نہیں رکھتا، البتہ اگر آپ چاہو تو مجھے قرض دے دو اس میں تمہارا فائدہ ہوگا امانت مضمون نہیں ہوتی اور قرض مضمون ہوگا ، میں اس کا ضامن ہوں گا، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا یہ فائدہ تھا کہ وہ اس کو اپنی تجارت وغیرہ میں استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ وہ اس طرح رقم جمع کرتے اور تجارت میں لگاتے تھے ، تجارت میں لگانے کے نتیجے میں انہوں نے بہت ساری جائیدادیں خریدلیں ، ویسے بھی مالدار آدمی تھے یہاں تک کہ جب شہادت کے بعد دیکھا گیا تو ان کے قرضے بائیس لاکھ تھے............حضرت عبداللہ بن زبیر پر بہت بوجھ تھا کہ یہ بائیس لاکھ روپے کا قرض کس طرح ادا کروں؟......حضرت زبیر بن العوام نے وصیت بھی کی تھی جس کی تفصیل آرہی ہے، تو پہلے وصیت نافذ کی ، قرضے ادا کیے، اس کے بعد ورثاء کے درمیان تقسیم ہوا، سب کچھ ادا کرنے کے بعد حساب لگایا تو وہ تقریباً ساٹھ لاکھ کا سامان تھا جو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے چھوڑا تھا (انعام الباری ج ۷ ص ۱۱۴۴، مکتبۃ الحراء کراچی)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی بڑے تاجروں میں شمار ہوتے ہیں وہ جب ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو نبی کریم ﷺ علیہ وسلم نے ان کو حضرت سعد بن الربیع کا بھائی بنادیا، حضرت سعد بن الربیع نے فرمایا کہ میں انصار میں سے سب سے زیادہ مالدار ہوں آپ میرا آدھا مال لے لیں اور میری جو بیوی آپ کو پسند ہو وہ بتادیں میں اس کو آپ کے لئے چھوڑ دوں گا اس کے جواب میں حضرت عبدالرحمٰن

بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے آپ مجھے بازار کا راستہ بتا دیں انہوں نے بازار کا راستہ بتایا تو حضرت عبدالرحمٰن صبح بازار گئے اور کوئی چیز لے کر آئے اور دوسرے دن جا کر اسے بیچا اور نفع کمایا اور اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا کچھ دن کے بعد وہ آئے تو ان کے کپڑوں پر زردی کا نشان لگا ہوا تھا حضور اقدس ﷺ نے پوچھا کیا تم نے شادی کر لی ہے تو وہ کہنے لگے جی ہاں اس طرح انہوں نے تجارت سے اپنی ضروریات کی کفالت کے ساتھ ساتھ شادی بھی کر لی، وہ مکہ میں بھی تجارت کرتے تھے لیکن ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں ان کی تجارت میں اللہ تعالی نے بڑی برکت دی وہ خود کہا کرتے تھے اگر میں پتھر بھی اٹھاتا ہوں تو اس کے نیچے سے بھی سونا نکل آتا ہے (الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد، ج۳ ص۱۲۶، ومن بنی زہرۃ بن کلاب بن مرۃ، عبدالرحمٰن بن عوف)

آئے روز مدینہ طیبہ میں تجارتی قافلے آتے رہتے تھے جس کی وجہ سے ان کے ہاں دولت کے ڈھیر لگے رہتے تھے، ایک مرتبہ ان کا تجارتی قافلہ مدینہ طیبہ آیا جس میں پانچ سو اونٹوں پر صرف گیہوں آٹا اور دوسری خوردنی اشیاء لدی ہوئی تھیں، جب وہ عظیم قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو پورے مدینہ میں شور مچ گیا، جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس قافلے کا علم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن پل صراط سے لڑکھڑاتے ہوئے گذریں گے جب ان کو اس کو اطلاع ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "اماں جان! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سارا قافلہ بمع اسباب وسامان حتی کہ اونٹ اور کجاوے بھی اللہ کے راستے میں وقف کرتا ہوں (حوالہ بالا، ج۳ ص۱۳۲)

اس قدر مالدار ہونے کے باوجود ان میں دنیا کی حرص اور اس کی محبت نہیں تھی بلکہ اپنے اس مال کو انہوں نے اسلام، مسلمانوں اور انسانیت کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں لاکھوں دراہم اور دینار، پانچ سو اونٹ اور پانچ سو گھوڑے اللہ کے راستے میں تقسیم کئے۔ آپ نے بدری صحابہ میں سے ہر ایک کے لئے چار سو دینار کی وصیت کی تھی جو ان کی وفات کے بعد اس وقت موجود سو حضرات میں تقسیم کئے گئے (الاصابہ لابنِ حجر، ج۴ ص۳۴۷، ذکر عبدالرحمٰن بن عوف)

ایک مرتبہ انہوں نے چالیس ہزار دینار کی زمین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فروخت کی اور پورے چالیس ہزار مہاجرین، امہات المؤمنین اور فقراء میں تقسیم کر دیے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دعا دی

کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی سلسبیل سے پانی پلائے۔

انہوں نے جب یہ حدیث سنی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو میری ازواج کے ساتھ اچھائی کرنے والا ہو، تو ازواج مطہرات کے لیے ایک باغ کی وصیت کی جس کی قیمت چار لاکھ تھی۔

وفات سے پہلے ایک ہزار گھوڑے اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے وقف کرنے کی انہوں نے وصیت کی تھی۔

اس ساری مال و دولت کے باوجود خود اتنی سادگی کے ساتھ رہتے تھے کہ اگر اپنے غلاموں کے درمیان بیٹھے ہوتے تو انجان آدمی انہیں پہچان نہیں سکتا تھا (تاریخ الاسلام للذہبی، ج۲ص۲۱۰)

ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہنے لگے مجھے خطرہ ہے کہ مال کی کثرت مجھے ہلاکت میں نہ ڈال دے تو انہوں نے فرمایا بیٹا اللہ کے راستے میں خرچ کرو، ایک دن میں تیس غلاموں کو آزاد کیا، پچاس ہزار دینار اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی وصیت فرمائی۔

اللہ کے راستے میں اتنا مال خرچ کرنے کے باوجود اپنے ورثاء کے لئے بہت بڑی مقدار میں مال چھوڑا جس میں سونے کے ٹکڑے تھے جن کو کلہاڑیوں سے توڑا گیا اور توڑنے والوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے، ایک ہزار اونٹ، سو گھوڑے اور تین ہزار بکریاں بھی ان کے ترکے میں شامل تھیں، ان کی چار بیویاں تھیں جن کو ترکہ میں سے صرف آٹھواں حصہ ملا تھا، اور ہر ایک کے حصے میں اسی ہزار دینار سونا آیا تھا

(تاریخ ابن الاثیر، اسد الغابہ، ج۲ص۲۰۸، ذکر عبدالرحمٰن بن عوف) (جاری ہے......)

ہفتہ وار اصلاحی مجلس

ادارہ غفران میں

حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم

کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس بروز اتوار، صبح دس بجے ہوتی ہے۔

انتظامیہ: ادارہ غفران، گلی نمبر 17، چاہ سلطان، راولپنڈی فون: 051-5507270-5507530

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ رجب: چھٹی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

r ......ماہِ رجب ۵۰۱ھ: میں حضرت ابومحمد عبدالرحمٰن بن حمد بن حسن بن عبدالرحمٰن دونی صوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص ۲۴۰)

r ......ماہِ رجب ۵۰۱ھ: میں افریقہ کے سلطان ابویحییٰ تمیم بن معز بن بادیس بن منصور حمیری کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص ۲۶۴)

r ......ماہِ رجب ۵۰۲ھ: میں حضرت ابوالقاسم علی بن حسین بن عبداللہ بن عریبہ ربعی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص ۱۹۵)

r ......ماہِ رجب ۵۰۲ھ: میں ہمذان کے متولی ابوہاشم زید بن حسین بن علی عولی ہمذانی کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص ۲۶۸)

r ......ماہِ رجب ۵۰۲ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبیداللہ بن عمر بن محمد بن احید کشانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۲۶۹)

r ......ماہِ رجب ۵۰۹ھ: میں حضرت ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرہ بن خسرکان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص ۲۹۵، تذکرۃ الحفاظ ج۴ص ۳۹، طبقات الحفاظ، ج ۱ ص ۴۵۷)

r ......ماہِ رجب ۵۱۳ھ: میں حضرت ابوالفضل محمد بن حسن بن موازینی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص ۴۳۸)

r ......ماہِ رجب ۵۱۶ھ: میں حضرت ابوالمعالی ہبۃ اللہ بن محمد بن علی بن مطلب کرمانی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص ۳۸۵)

r ......ماہِ رجب ۵۱۶ھ: میں حضرت ابومحمد قاسم بن علی بن محمد بن عثمان بصری حریری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص ۴۶۵)

r ......ماہِ رجب ۵۱۸ھ: میں قاضی القضاۃ زین الاسلام ابوسعد محمد بن نصر بن منصور ہروی رحمہ اللہ

کوشہید کیا گیا(تاریخِ دمشق لابن القلانسی، ج ا ص ۳۳۶)

r ......ماہِ رجب ۵۱۹ ھ: میں حضرت ابوالبرکات ہبۃ اللہ بن محمد بن علی بن احمد بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۵۲۷)

r ......ماہِ رجب ۵۲۰ ھ: میں دمشق کے امیر طرخان بن محمود شیبانی کی وفات ہوئی۔
(تاریخِ دمشق لابن القلانسی، ج ا ص ۳۴۴)

r ......ماہِ رجب ۵۲۱ ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بن سید نحوی لغوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۵۳۳)

r ......ماہِ رجب ۵۲۲ ھ: میں ابوعلی حسن بن علی بن صدقہ نصیبی کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۵۵۳)

r ......ماہِ رجب ۵۲۴ ھ: میں حضرت فاطمہ بنت عبداللہ بن احمد بن قاسم بن عقیل رحمہا اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۵۰۴)

r ......ماہِ رجب ۵۲۶ ھ: میں دمشق کے امیر تاج الملک بوری بن تابک طغتکین کی وفات ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۵۷۴)

r ......ماہِ رجب ۵۲۷ ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن سلامیہ بن عبیداللہ بن مخلد کرخی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۶۱۱)

r ......ماہِ رجب ۵۳۳ ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن عبدالقادر بن محمد بن یوسف یوسفی حربی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۶۳)

r ......ماہِ رجب ۵۳۴ ھ: میں حضرت ابوسعد احمد بن عبدالجبار بن احمد بن قاسم صیرفی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ص ۴۶۸)

r ......ماہِ رجب ۵۳۵ ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ربیع بن ثابت رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۲۷)

r ......ماہِ رجب ۵۳۵ ھ: میں حضرت ابوعلی احمد بن سعد بن علی بن حسن بن قاسم بن عنان عجلی ہمذانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۹۶)

r ......ماہِ رجب ۵۳۵ ھ: میں حضرت ابوعلی احمد بن سعد بن علی بن حسن بن قاسم بن عنان عجلی ہمذانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۱۴۵)

r ......ماہِ رجب ۵۳۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم غانم بن خالد بن عبدالواحد بن احمد اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۱۰۰)

r ......ماہِ رجب ۵۳۹ھ: میں حضرت ابومنصور محمد بن عبدالملک بن حسن بن خیرون بغدادی مقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۹۴)

r ......ماہِ رجب ۵۳۹ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن ہبۃ اللہ بن عبدالسلام بن عبداللہ بن یحییٰ بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۱۴۷)

r ......ماہِ رجب ۵۴۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن ابراہیم بن حسین بن جعفر ہمذانی جورقانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۱۷۸، تذکرۃ الحفاظ، ج ۴ ص ۷۰، طبقات الحفاظ، ج ۱ ص ۴۷۱)

r ......ماہِ رجب ۵۴۷ھ: میں حضرت ابوالفضل محمد بن عمر بن یوسف بن محمد ارموی بغدادی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۱۸۵)

r ......ماہِ رجب ۵۴۸ھ: میں حضرت ابوالمعالی فضل بن سہل بن بشر اسفرایینی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۲۲۶)

علم کے مینار مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

P عمر خیام ایک عظیم مگر مظلوم فلسفی و ریاضی دان (قسط ۵)

۳۴ برس بعد ۲۷۴ھ میں پھر قمری و شمسی (فصلی) حساب میں سال بھر کا فرق ہو گیا، یہ خلیفہ معتمد علی اللہ کا دور تھا، اس سال ابوالحسن علی کاتب جو محکمہ مالگزاری کا ایک عہدہ دار تھا، اس نے مالگزاری کے کاغذات میں ۲۷۶ھ کو حذف کر کے ۲۷۷ھ کو مالگزاری کی وصولی کا سال تحریر کیا، ۲۷۹ھ میں دربارِ خلافت نے اس تبدیلی کو منظور کیا۔

اب معتضد باللہ کا دور تھا، مزید ایک دقت اور مشکل جو اس عہد میں نمایاں ہوئی، وہ یہ کہ سالانہ چھ گھنٹے کا فرق جس کو اب تک کسی حساب میں نہیں لایا گیا تھا، وہ پچھلے لگ بھگ ڈھائی سو سال کے عرصے میں جمع ہوتے ہوتے معتضد باللہ کے وقت (۲۸۰ھ) میں دو ماہ تک پہنچ گیا، اس دور کے ایک ماہر ہیئت وفلکیات علی منجم کے بیٹے ابواحمد یحییٰ بن علی نے خلیفہ کو اس فرق کی طرف بھی متوجہ کیا، اور اس مشکل کے حل کے لئے اپنے باپ (علی منجم) کے بنائے ہوئے ایک فارمولے کو خلیفہ کی خدمت میں بالتفصیل پیش کیا، خلیفہ نے اس تجویز کو پسند کیا، اور ۲۸۲ھ میں ۱۱ صفر (جمعہ کے دن) نوروز آرہی تھی (یعنی مالیہ کی وصولی کا نیا سال شروع ہو رہا تھا) اس کو دو مہینے آگے بڑھا کر ۱۳ ربیع الثانی ۲۸۲ھ سے شروع کیا، ابواحمد نے یہ بھی تجویز کیا کہ چھ گھنٹوں کے فرق کو نکالنے کے لئے بجائے ۱۲۰ سال میں ایک ماہ کا اضافہ کرنے کے ہر چوتھے شمسی سال میں ایک دن کا اضافہ کیا جائے (یہ طریقہ رومی کیلنڈر میں پہلے سے ہی جاری تھا)

اس طریقہ سے ایرانی شمسی سال کا نقص بالکل دور ہو گیا، اور پورے طور پر سورج کے مکمل دورے کے موافق اور فصلوں و موسموں کے مطابق ہو گیا۔ [۱]

---

[۱] بعد کے ادوار میں سلجوقی عہد تک (جب تقویمِ جلالی مرتب ہوتی ہے) بظاہر یہی سلسلہ چلتا رہا کہ ہر ۳۲ سال بعد ایک قمری سال مالیہ کے محکمے کے دفاتر و کاغذات میں قلم انداز کیا جاتا رہا، اور نوروز ہمیشہ فارسی مہینے حزیران کی ۱۱ تاریخ کو ہی واقع ہونے لگا، یہ اصلاح و ترمیم فارسی شمسی کیلینڈر میں چونکہ معتضد باللہ کے عہدِ خلافت میں ہوئی تھی، اس لئے تقویم کے اس سلسلۂ آغاز سالانہ کا نام نوروز معتضدی پڑ گیا، اور اس کے بعد اسی حساب اور کیلنڈر و تقویم کا رواج سب طرف ہو گیا (موجودہ شمسی کیلنڈر میں بھی فروری میں ہر چوتھے سال ایک دن کا اضافہ اسی اصل پر مبنی ہے)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملک شاہ سلجوقی کے عہد میں اس کے وزیر با تدبیر نظام الملک کی توجہ، فکر، دلچسپی اور اولوالعزمی سے جہاں پوری سلجوقی سلطنت کے طول وعرض میں اصلاحات، تنظیمات، ترقیات کا دور دورہ ہوا، علمی اداروں اور دارالعلوموں کا جال بچھ گیا، تو ساتھ ساتھ ایک رصد خانہ کی تعمیر کا راستہ بھی ہموار ہوا، حکیم عمر خیام اور وقت کے دیگر سر برآوردہ ماہرینِ نجوم وھیئت کی محنت سے ملک شاہی رصد خانہ معرضِ وجود میں آیا، اور تقویمِ جلالی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ ۱

اس رصد خانے اور تقویم کی بناء اسلامی تاریخ کے قابلِ فخر واقعات اور سلجوقی سلطنت خصوصاً نظام الملک اور عمر خیام کے سنہرے کارناموں اور مثالی اقدامات میں سے ہے۔ ۲

خیام کی مرتب کردہ شمسی دائمی کیلنڈر، تقویم ملک شاہی (یا تاریخ جلالی) کا اجراء ۴۷۱ھ میں ہوا، عمر خیام کی تحقیق وفلکی مشاہدات فنی طور پر اتنی باریک بینی پر مشتمل اور مستحکم ومنضبط تھے کہ اس میں منٹوں اور سیکنڈوں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اس کے بعد شمسی وقمری سال میں مالگزاری کے حساب کو یکساں رکھنے کے لئے ہر ۳۲ سال بعد ایک قمری سال کو مالگزاری کے کھاتوں اور دفتری نظام میں حذف کیا جاتا رہا (مالگزاری کی وصولی کی حد تک یہ انتظام نہ کیا جاتا، تو ۳۲ سال کے عرصہ میں جا کر ایک قمری سال میں دو دفعہ مالگزاری کی وصولی لازم آتی)۔ امجد

۱ رصد خانہ ملک شاہی سے پہلے اسلامی تاریخ میں جو رصد خانے تعمیر ہوئے، سید صاحب کی دی ہوئی فہرست کے مطابق، وہ یہ ہیں:

(۱)...... رصد خانہ مامونی (مامون الرشید عباسی کی بناء کردہ) جو ۲۱۱ھ کے لگ بھگ سماسیہ اور دمشق میں تعمیر ہوئے (گویا یہ دو بڑی رصد گاہیں تھیں (۲)...... رصد خانہ دینوری، تاریخِ بناء ۲۳۵ھ اصفہان (ایران) (۳)...... رصد محمد بن جابر بتانی ایک رقہ (عراق) اور ایک انطاکیہ (شام) میں تاریخِ بناء تیسری صدی ہجری کا نصف آخر (۴)...... رصد خانہ بوزجانی، تیسری صدی ہجری کے اواخر میں (۵)...... رصد خانہ علی بن حسین، چوتھی صدی کا نصف آخر، بغداد میں (عضدالدولہ دیلمی کا عہد (۶)...... رصد خانہ شرف الدولہ دیلمی، بغداد میں (اسی مذکورہ زمانہ میں) (۷)...... رصد خانہ حاکم بامراللہ فاطمی خلیفہ (مصر میں) پانچویں صدی ہجری کے شروع میں (۸)...... رصد خانہ بوعلی سینا، اصفہان ایران میں، چوتھی صدی کے ابتدائی زمانے میں۔

۲ عمر خیام جو کہ نجوم وفلکیات میں امامت کا رتبہ رکھتا ہے، فلکیات میں زیادہ تر اپنی زیچ ملک شاہی کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے، زیچ دراصل ان جدولوں کو کہتے ہیں، جن میں کسی رصد خانے کے فلکی مشاہدات اور ستاروں کی حرکات منضبط اور قلمبند کی جائیں، خیام کی مرتب کردہ اس زیچ میں غالباً رصد خانہ ملک شاہی کے فلکی مشاہدات وتحقیقات، شمسی گردش اور طلوع وغروب بڑی ناپ تول کر منضبط ہوئی تھیں (تفصیلات قطب الدین شیرازی متوفی ۷۱۰ھ کی ''تحفۂ شاہیہ'' میں ہیں، بحوالہ ''خیام'') اسی زیچ میں خیام کی تقویم اور تاریخ کے اصول بھی قلمبند تھے، خیام کا تعلق سلجوقی دربار سے لگ بھگ انیس سال رہا (۴۶۷ھ تا ۴۸۵ھ) اس کا یہ تمام عرصہ رصد خانہ ملک شاہی کی تعمیر، اس کے لئے آلات بنانے اور فراہم کرنے اور ان آلات کے ذریعے مشاہدات وترصید اور شمسی وقمری سالوں کا جائزہ لینے اور اپنی تقویم کی تیاری میں گزرا۔ امجد

تک کی تعیین بھی کر دی گئی تھی، جو موجودہ عالمی شمسی کیلنڈر سے (جو اس وقت ساری دنیا میں رائج ہے، اور صدیوں کے تجربات کا نچوڑ ہے، اور جدید ترین طاقت ور دوربینوں کے مشاہدات جس کی پشت پر ہیں) محض چند سیکنڈوں کا فرق رکھتا ہے، اگرچہ شمسی سال کا ۳۶۵ دنوں کا ہونا اور اس پر مزید گھنٹوں اور منٹوں کا شمار بطلیموسی تقویم سے چلا آ رہا ہے، لیکن ۵ گھنٹوں پر اضافی منٹوں کی صحیح تعیین رصد خانہ ملک شاہی کی دَین ہے۔

سید صاحب نے شرح چغمینی، برجندی اور اصولِ ھیئت پر ایک امریکی فاضل کی تصنیف کے حوالوں سے یونانی دور سے لے کر موجودہ زمانے تک عہد بعہد جو مختلف شمسی تقویمیں تاریخِ انسانی میں سامنے آئیں، اور رائج ہوئیں، ان کا نقشہ مرتب کیا ہے، یہ ۱۳ تقویموں کی فہرست ہے، جن میں چند قابلِ ذکر (بمع اپنے شمسی سال کے حساب کے) یہ ہیں:

(۱)......قدیم مصری تقویم 365 دن کا ایک شمسی سال (۲)......بطلیموسی تقویم 365 دن 5 گھنٹے 55 منٹ 12 سیکنڈ کا ایک شمسی سال (۳)...... اہلِ ہند کی تقویم 365 دن 5 گھنٹے 50 منٹ 30 سیکنڈ (۴)......محمد جابر بتانی 365 دن 5 گھنٹے 46 منٹ 24 سیکنڈ (۵)......رصد ملک شاہی 365 دن 5 گھنٹے 49 منٹ (۶)......رصد نصیر الدین طوسی ؍؍ ایضاً ؍؍ (۷)......کوپرنیکس (1543ء) 365 دن 5 گھنٹے 48 منٹ 6ء57 سیکنڈ۔

(۸)......موجودہ رائج الوقت عالمی کیلنڈر 365 دن 5 گھنٹے 48 منٹ 7ء49 سیکنڈ۔

اس طرح خیام کی ملک شاہی تقویم کا موجودہ تقویم سے تقریباً دس سیکنڈ کا فرق ہے۔

ابوریحان البیرونی (متوفی ۴۴۰ھ) جس کی زمانی حسابات اور شمسی وقمری تقاویم کی تاریخ پر محققانہ کتاب ''الآثار الباقیہ'' تاریخی اہمیت کی حامل اور ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے (مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے البیرونی کی اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے، جو اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے) انہوں نے اپنی اس شاہکار تصنیف میں فرمایا ہے کہ شمسی تقاویم کے اس باہم معمولی فرق اور اختلاف کی وجہ یہ نہیں کہ ہم تحقیق اور صحیح حساب سے عاجز ہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے آلاتِ رصد چھوٹے ہونے کی وجہ سے آفتاب کے دائرہ عظمیٰ کا پوری طرح احاطہ نہیں کر پاتے۔

عمر خیام نے اپنی تقویم میں اس کے آغاز کا دن اس وقت کو مقرر کیا، جس وقت آفتاب دوپہر سے پہلے برجِ حمل میں آئے (اس کیلنڈر میں یہ تاریخ دائمی طور پر مقرر ہوگئی) یہ ایرانی سال کا مہینہ فروردین تھا،

برج حمل میں دوپہر سے پہلے آفتاب کے آنے کی تاریخ ماہ فروردین کے شروع کی تاریخ نہ تھی، لیکن آسانی کے لئے ماہ فروردین کی یکم سے ہی اس کیلنڈر کا آغاز مانا گیا۔ [1]

اور نوروز ہر سال یکم فروردین مقرر ہوگئی، عمر خیام کی تقویم میں سب مہینے ۳۰، ۳۰ دن کے لئے گئے تھے، سال کے آخر میں پانچ دن کا اضافہ کیا جاتا تھا، اور ہر چوتھے سال (کبیسہ کا سال) بجائے ۵ کے ۶ دن کا اضافہ کیا جاتا، لیکن برصغیر میں مغلِ اعظم اکبر کے زمانہ میں حکیم فتح اللہ شیرازی (دسویں صدی ہجری کا دوسرا نصف) نے اس تقویم میں ایک ترمیم یوں جاری کی کہ یہ پانچ اضافی دن سال کے آخر میں مہینوں کے بغیر شمار کرنے کے بجائے انہیں مہینوں میں شامل کر دیا، اور اس کیلنڈر کی تقسیم اس طرح کی، پہلے دو مہینے اکتیس اکتیس کے، پھر ایک مہینہ بتیس دن کا، اس کے بعد تین مہینے اکتیس کے، پھر دو ماہ تیس کے، پھر دو ماہ انتیس کے، آخری دو مہینے تیس تیس کے، اس شمسی کیلنڈر کے مہینوں کے نام اور دنوں کی تعداد کا نقشہ یوں ہے:

فروردین:31 ماردی بہشت:31 خورداد:32 تیر:31 امرداد:31 شہریور:31

مہر:30 ابان:30 آزر:29 دی:29 بہمن:30 اسفندار:30۔

مہینوں کے یہ نام تو ایرانی ہیں، جو ایرانیوں کے شمسی سال میں رائج تھے، جن کو خیام نے بھی اختیار کیا، اور بعد میں بھی چلتے رہے، جبکہ دنوں کی تعداد اکبر کے زمانے میں میر فتح اللہ کی ترمیم کے مطابق ہیں، اور اس تبدیلی و ترمیم کی بنیاد اس نے تیمور لنگ گورگانی کے پوتے مرزا الغ بیگ کی بناء کردہ رصد خانہ گورگانی (قائم شدہ ۸۲۳ھ) کی تحقیق اور زیچ پر رکھی تھی۔

میر فتح اللہ کی اس معمولی ترمیم کے بعد برصغیر میں یہ تقویم (جو اصل عمر خیام کی تھی، یعنی زیچ ملک شاہی یا تاریخِ جلالی) تاریخِ الٰہی کے نام سے جاری اور رائج ہوئی (گویا کہ اکبر نے دینِ الٰہی کے ساتھ ساتھ تاریخِ الٰہی بھی اپنی جاری کی) یہ تاریخِ الٰہی ریاست حیدر آباد دکن میں معمولی ترمیم کے ساتھ مغلوں کے زوال کے بعد بھی جاری رہی، تا آنکہ تقسیمِ ہند کے بعد حیدر آباد دکن کا سقوط ہوگیا، رہے نام اللہ کا۔

(جاری ہے..........)

---

[1] ابوالفضل (مغلِ اعظم اکبر کا وزیر و مشیر اور دربارِ اکبری کی فاضل و باکمال شخصیت، متوفی ۱۰۱۱ھ) نے آئینِ اکبری میں لکھا ہے:
تاریخ ملکی، جلالی نیز خوانند دراں زمان تاریخ فرس بکار بروی از گسیختن رشتہ کبیہ آغاز سالہا دگرگوں شدے، بکوشش سلطان جلال الدین ملک شاہ سلجوقی، عمر خیام و برخے از دانش وراں ایں تاریخ برگزیدند مبدء سال از تحویل حمل قرار گرفت الخ (آئینِ اکبری ۱/۱۹۲، بحوالہ ''خیام'' ص ۱۵۱)

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

اولیاء اللہ کے عجیب واقعات

شیخ عبداللہ یافعی [۱] (ولادت ۶۷۸ھ وفات ۷۶۸ھ) کی کتاب ''روض الریاحین فی مناقب الصالحین'' (اس کا اردو ترجمہ دو بڑی جلدوں میں نزہۃ البساتین کے نام سے ملتا ہے، اس کے اختصار اور خلاصے بھی ہوئے ہیں، جن میں سے ایک کرامات اولیاء بھی ہے۔

اولیاء اللہ کے واقعات، حالات، کشف وکرامات اور عجائبات پر مشتمل عمدہ، مؤثر اور دلآویز کتاب ہے، ذیل میں اس سے بزرگوں کے کچھ احوال اخذ وانتخاب کے ساتھ دیے جارہے ہیں۔

اولیاء اللہ کے کا شہر اور اس کے عجائبات

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر نو اولیاء اللہ کو دیکھا اور ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا، ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا کہاں جانا ہے؟ میں نے کہا آپ کے ساتھ، کیونکہ مجھے آپ سے محبت ہے، اور میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''المرء مع من احب'' کہ آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہے، پھر ایک نے ان میں سے کہا جہاں ہم جاتے ہیں وہاں تم نہیں جاسکتے، کیونکہ وہاں چالیس سال کی عمر والا جاسکتا ہے، ایک اور نے کہا آنے دو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا بھی وہاں جانا مقدر کردے، پس میں چلا اور زمین ہمارے پاؤں کے نیچے خود بخود سمٹ اور کھسک رہی تھی اور قطع ہو رہی تھی، چلتے چلتے ایک ایسے شہر میں ہم پہنچے جو چاندی سونے کا بنا ہوا تھا، اور وہاں گنجان درخت تھے، نہریں بہہ رہی تھیں، عمدہ میووں کی بہتات اور فراوانی تھی، ہم اس شہر میں گئے اور وہاں سے میوے کھائے اور میں نے وہاں کے تین سیب اپنے پاس رکھ لیے اور انہوں نے منع نہیں

---

۱ شیخ یافعی کی ولادت یمن کے شہر عدن میں ہوئی، عدن ہی میں پلے بڑھے، علوم کی تحصیل کی، اور صاحب کمال آدمی بنے، پھر حج کیا اور ملک شام میں آگئے، آپ کے شیخ ومرشد شیخ علیا طواشی ہیں، آپ بعد میں مکہ مکرمہ ''زادھا اللہ شرفا وکرامہ'' تشریف لے گئے، دس سال تنہائی وتجرد کی زندگی گزاری، آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، آپ کے کمالات، حالات، واقعات اور بلند مقامات کا تذکرہ مشاہیر کی سیرت وسوانح کی بڑی کتابوں میں ملتا ہے۔

کیا، واپسی پر میں نے پوچھا یہ کون سا شہر ہے؟ فرمایا یہ اولیاء اللہ کا شہر ہے جب ان کا سیر کرنے کو جی چاہتا ہے تو جہاں کہیں ہوں ان کے سامنے یہ شہر آ جاتا ہے، لیکن چالیس سال سے کم عمر کا تیرے سوا یہاں کوئی نہیں آیا۔ ؎1

پھر جب ہم مکہ آئے تو میں نے ایک دامغانی (افریقہ کے ایک شہر دامغان کی طرف نسبت) کو ان میں سے ایک سیب دیا اس نے پھینک دیا، تو ہمراہیوں نے مجھے ملامت کی کہ جب تو بھوکا ہوتو اس باقی سیب سے کھالینا یہ ختم نہ ہوگا، پس جب میں اپنے گھر آیا، میرے پاس ایک سیب باقی تھا، میری بہن آ کر مجھ سے لپٹ گئی اور کہنے لگی بھائی جو تم سفر سے ہمارے واسطے ایک عجیب چیز لائے ہو وہ لاؤ، میں نے کہا مجھے دنیا کی کیا چیز میسر ہوتی ہے جو تمہارے واسطے لاتا، اس نے کہا وہ سیب کہاں ہے؟ میں نے وہ چھپالیا، اور بہن سے پوچھا کون سا سیب؟ اس نے کہا ہم سے کیوں چھپاتے ہو، تمہیں تو اس شہر کی سیر دھکے کھا کر نصیب ہوئی ہے، اور مجھے بیس برس کی عمر میں اس شہر میں لے گئے تھے، اور واللہ مجھے میری خواہش کے بغیر بلایا گیا تھا، میں نے کہا بہن یہ کیا کہتی ہو، مجھ سے تو ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ 40 سال سے کم عمر آج تک تیرے سوا اس شہر میں کوئی نہیں آیا، کہا ہاں یہ قاعدہ مریدین اور عشاق کے لیے ہے اور جو مراد اور محبوب ہیں وہ جب چاہیں اس شہر میں جاسکتے ہیں، اور ان کے لیے یہ کوئی بڑی چیز نہیں، اور تم جب چاہو

؎1 اولیاء اللہ کے اس قسم کے واقعات کرامات کے قبیل سے ہیں، یعنی اللہ کی راہ پر مستقل مزاجی سے چلتے رہنے کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے ان کا اعزاز واکرام ہوتا ہے، کرامت اللہ کا فعل ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر (نبی کی اتباع کی برکت سے) ظاہر ہوتا ہے، کرامت میں خرقِ عادت یعنی اللہ تعالیٰ کی عام عادت کے خلاف کوئی بات ظاہر ہوتی ہے، یعنی کائنات کے عام طبعی قوانین اور سلسلہ اسباب ومسببات سے ہٹ کر براہ راست اللہ تعالیٰ کے کن فیکونی حکم کے تحت چیزیں وجود پاتی ہیں، کرامت کی پھر دو قسمیں کی جاتی ہیں، حسی اور معنوی، حسی کرامت مادی کائنات خلاف عادت تصرفات کو کہتے ہیں، جیسے ہوا میں اڑنا، پانی پہ چلنا، دل کی بات پر مطلع ہوجانا، لیکن واضح رہے کہ ان حسی کرامات کا جادو، نظر بندی، استدراج سے بڑی مشابہت ہے، کیونکہ جادوگر وغیرہ بھی شیطانی قوتوں کے استمداد سے بطور استدراج اور ڈھیل کے کائنات کے طبیعاتی قوانین کے برخلاف تصرفات کر لیتے ہیں، اس طرح غیر مسلم جوگی اور تارک الدنیا ملنگ نفس کشی کر کے نفس کو ہلکا پھلکا کر لیتے ہیں، اور اس طرح کثافت سے خالی ہوکر، لطافت کے حامل ہوکر وہ مادی چیزوں میں بہت کچھ خلاف عادت تصرفات کر لیتے ہیں، جس سے عامۃُ الناس بہت جلد ایسی شعبدہ بازیوں اور استدراج کے کرشموں سے متاثر ہوجاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ یہ بھی کرامات کے قبیل کی چیز ہے، حالانکہ کرامت متبع سنت لوگوں سے اللہ کے فرمانبردار لوگوں سے صادر ہوتی ہے، اور اس میں اللہ کی رضامندی اور اللہ کی طرف سے ولی کے اعزاز واکرام کا پہلو ہوتا ہے، جبکہ جادو، استدراج وغیرہ تصرفات شریر قوتوں اور شریر لوگوں سے ظاہر ہوتے ہیں، اور فساد و بگاڑ پر مبنی ہوتے ہیں، اور اس میں اللہ کی رضا ان کے شامل حال نہیں ہوتی خوب سمجھ لینا چاہیے۔ کرامت کی دوسری قسم معنوی کرامت ہے، یہ اتباع سنت کا نام ہے، کہ آدمی کو شریعت پر، احکام الٰہی پر استقامت واستقلال نصیب ہوجائے، بلاتکلف اعمال شرع بسہولت صادر ہونے لگیں، اللہ کے احکام کی اتباع مثل کھانے پینے کی اس کی طبعی طلب بن جائے جس کے بغیر اسے چین نہ آئے۔ امجد۔

میں اس شہر کو دکھلاسکتی ہوں، میں نے کہا اچھا دکھاؤ، اس نے کہا دکھاتی ہوں، یہ کہہ کر آواز دی کہ اے شہر حاضر ہو! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کے کہتے ہی بعینہ اس شہر کو آنکھوں سے دیکھ لیا، اور دیکھا کہ وہ شہر میری بہن کی طرف جھک رہا ہے، میری بہن نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر پوچھا کہ اب بتاؤ تمہارسیب کہاں ہے؟ اس کے بعد وہ سیب جو میرے ہاتھ میں تھا مجھ سے نیچے گر پڑا، میں یہ عجیب معاملہ دیکھ کر ہنس پڑا، یہ عجیب واقعہ دیکھ کر میں نے اپنے آپ کو حقیر سمجھا، اور میں پہلے نہ جانتا تھا کہ میری بہن ایسے لوگوں میں سے ہے۔ ؎ نظروں میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں کچھ دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

نقشہ اوقاتِ نماز، سحر وافطار (برائے راولپنڈی واسلام آباد شہر)

(مسجدوں، مدرسوں، دفتروں اور گھروں کے لئے یکساں مفید)

قیمت (آرٹ پیپر) -/50 روپے

جاری کردہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی 051-5507270-55075030

پیارے بچو! بنتِ فاطمہ

قیمتی ہیرا

پیارے بچو! سلطان محمود غزنوی کا آپ نے نام سنا ہوگا، سلطان محمود غزنوی مسلمانوں کے ایک بہت بڑے بادشاہ کا نام ہے، جنہوں نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے تھے، آج ہم آپ کو سلطان محمود غزنوی اور اُن کے ایک خادم کا واقعہ سناتے ہیں۔

سلطان محمود غزنوی کا ایک خاص خادم تھا، جس کا نام ایاز تھا، سلطان ایاز کی فرمانبرداری سے بہت خوش تھا، سلطان کے دل میں ایاز کی عزت اپنے سب وزیروں اور درباریوں سے زیادہ تھی، سلطان کے امیر اور وزیر اور دوسرے درباری اس بات سے بہت جلتے تھے کہ سلطان ان سب کے مقابلے میں اپنے ایک معمولی خادم کی زیادہ عزت کرتا ہے، مگر سلطان کے ڈر سے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ لیکن اس بات کا موقع ضرور ڈھونڈتے رہتے تھے کہ کسی طرح ایاز کو سلطان کی نظروں سے گرادیں، مگر جیسے جیسے وزیروں اور درباریوں کا حسد بڑھتا جاتا تھا، ویسے ویسے سلطان کے دل میں ایاز کی عزت اور قدر بڑھتی جاتی تھی، اور سلطان یہ سمجھ چکا تھا کہ وزیر اور درباری ایاز سے حسد اور نفرت رکھتے ہیں۔ ایک دن سلطان محمود غزنوی دربار میں بیٹھا تھا، اور اس کے تخت کے پیچھے اس کا خادم ایاز کھڑا تھا۔ دربار میں سب امیر وزیر اپنے اپنے مرتبے اور عہدے کے لحاظ سے اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

اس وقت سلطان محمود غزنوی کی ہتھیلی پر ایک ہیرا رکھا ہوا تھا، اور وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ یہ سلطان کے خزانے کا ایک قیمتی ہیرا تھا، سلطان کچھ دیر تک ہیرا دیکھتا رہا، پھر اپنے پاس بیٹھے ہوئے وزیر کی طرف بڑھادیا، وزیر نے ادب سے ہیرا لے کر اسے دیکھا، اور پھر اس کی تعریف کرتے ہوئے کہنے لگا کہ ”یہ سب بادشاہ سلامت کی برکت ہے کہ شاہی خزانے میں ایسا قیمتی ہیرا موجود ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسا ہیرا اور کسی بادشاہ کے خزانے میں نہ ہوگا“ سلطان نے وزیر کی تعریف سن کر کہا کہ ”اس ہیرے کو توڑ ڈالو“۔

وزیر کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہنے لگا کہ ”توبہ، توبہ حضور! میں ایسے قیمتی ہیرے کو توڑنے کی گستاخی نہیں کرسکتا“ سلطان نے ہیرا وزیر کے ہاتھ سے لے کر ایک دوسرے وزیر کو دیا، اس نے بھی ہیرے کی تعریف کی۔ سلطان نے اسے بھی ہیرا توڑنے کا حکم دیا، اور اس نے بھی وہی جواب دیا، جو پہلے وزیر نے دیا تھا۔

سلطان نے اس طرح وہ ہیرا اپنے تمام درباریوں میں گھمایا۔سب وزیروں اور درباریوں نے اس ہیرے کی تعریف کی، اور اسے توڑنے سے انکار کردیا۔تمام درباریوں میں ہیرا گھمانے کے بعد سلطان نے وہ ہیرا ایاز کو دکھایا۔دوسرے درباریوں کی طرح ایاز نے بھی ہیرے کی تعریف کی؛اس کے بعد سلطان نے ایاز کو بھی ہیرا توڑنے کا حکم دیا،اور کہا کہ ’’ایاز اس ہیرے کو توڑ ڈالو‘‘۔

ایاز نے اسی وقت ہیرا فرش پر رکھا،اور ایک پتھر اس پر دے مارا۔ہیرا ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا،اور اس کے ریزے فرش پر بکھر گئے۔

سارے دربار میں سناٹا چھا گیا،امیر وزیر حیرانی اور غصے سے ایاز کی طرف دیکھ رہے تھے۔

آخر ایک وزیر نے کہا کہ ’’ایاز!یہ تم نے کیا حرکت کی؟ایسا قیمتی ہیرا ضائع کردیا؟کچھ تو خیال کیا ہوتا‘‘

ایاز نے بہت اطمینان سے جواب دیا۔میرے آقا کا حکم ہیرے سے زیادہ قیمتی ہے۔سلطان کے حکم کے سامنے یہ ایک ہیرا تو کیا،دنیا بھر کے ہیروں کی کوئی قیمت نہیں‘‘

یہ سن کر سلطان بہت خوش ہوا،پھر اس نے اپنے درباریوں سے کہا کہ کیا اسی لئے تم ایاز سے حسد کرتے ہو؟ تم نے ہیرے کی قیمت کا تو خیال کیا،مگر میرے حکم کا کوئی خیال نہیں کیا۔

ایاز نے ہیرا ضرور توڑا ہے،لیکن میرا حکم نہیں توڑا،اور تم نے ہیرا نہیں توڑا، بلکہ میرا حکم توڑا ہے،ایاز کی یہی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے میرے دل میں اس کی سب سے زیادہ عزت ہے۔

بچو!سلطان محمود غزنوی اور ایاز کے اس واقعہ سے ہمیں بھی ایک سبق سیکھنا چاہئے،اور وہ یہ کہ چھوٹوں کو چاہئے کہ وہ بڑوں کا کہنا مانیں،اور بڑوں کا کہنا ماننے میں اپنی کامیابی سمجھیں۔

TAMEER-E-PAKISTAN SCHOOL

تعمیرِ پاکستان سکول (نیشنل میڈیم)

زیرِ نگرانی: حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم و دیگر اہلِ علم

جدید تعلیم قومی اور دینی سوچ کے ساتھ

تعمیرِ پاکستان سکول: گلی نمبر 17، نزد ادارہ غفران، چاہ سلطان

(سلطان پورہ) راولپنڈی فون: 051-5780927

بزمِ خواتین مفتی محمد یونس

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

عدت کے احکام (قسط۶)

معزز خواتین! عدت سے متعلق مزید مسائل واحکام ذیل میں ملاحظہ ہوں:

مسئلہ......اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دیدے، تو وہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا، بلکہ اس کے علاوہ مکمل تین حیض آنے پر عدت پوری ہوگی۔ ۱

مسئلہ......جس عورت کو شرعاً حیض کے ساتھ عدت شمار کرنے کا حکم ہے، اگر اس کا تیسرا حیض دس دن دس رات پورے ہو کر بند ہوا ہے تو اس تیسرے حیض کا خون بند ہوتے ہی اس کی عدت مکمل ہو جائے گی، خواہ عورت نے غسل کیا ہو یا نہ کیا ہو، لہٰذا تیسرے حیض کا خون بند ہوتے ہی اس کے شوہر کے لیے رجوع کا حق ختم ہو جائے گا (اگر اس نے رجعی طلاق دی تھی) اور عورت کے لیے تیسرے حیض کا خون بند ہوتے ہی شرعی اصولوں کے مطابق کسی اور مرد سے نکاح کرنا جائز ہو جائے گا۔ ۲

مسئلہ......اور اگر ایسی عورت کی عادت حیض میں دس دن سے کم ہو تو تیسرے حیض کا خون بند ہوتے ہی عدت مکمل نہیں ہوگی، بلکہ جب تک عورت غسل نہ کرلے یا جب تک اس پر کسی نماز کا پورا وقت نہ گزر جائے اس وقت تک اس کے شوہر کو رجوع کا حق حاصل رہے گا (بشرطیکہ شوہر نے رجعی طلاق دی ہو) اور تیسرے حیض کا خون بند ہونے کے بعد جب تک عورت غسل نہ کرلے یا اس پر ایک نماز کا پورا وقت نہ گزر جائے اس وقت تک عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا شرعاً جائز نہ ہوگا۔ ۳

مسئلہ......کسی شخص نے اپنی نابالغ بیوی (جس کو ابھی تک حیض آنا شروع نہیں ہوا تھا) کو طلاق دے دی، تو چونکہ ایسی صورت میں عدت تین مہینے ہوتی ہے اس لیے اس نے اپنی عدت گزارنی شروع کی مگر تیسرا مہینہ

---

۱ اذا طلق امراته فی حالة الحیض کان علیها الاعتداد بثلاث حیض کوامل ولا تحتسب هذه الحیضة من العدة کذا فی الظهیریة (هندیة کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة)

۲ ولو کانت المعتدة بالحیض ایامها عشرة فوقت اغتسالها لیس من الحیض و بنفس الانقطاع فی الحیضة الثالثة تبطل الرجعة......ویجوز لها ان تتزوج باخر ان کان قد طلقها (هندیة کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة)

۳ وان کانت ایامها اقل من عشرة فما لم تغتسل او یمض علیها وقت صلاة کامل لا تبطل الرجعة ولا یجوز لها ان تتزوج باخر (هندیة کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة)

مکمل ہونے سے تھوری دیر (مثلاً ایک دن یا ایک گھنٹہ پہلے) اسے حیض آنا شروع ہوگیا تو اب اسے نئے سرے سے تین حیض عدت پوری کرنی پڑے گی۔ ۱؎

مسئلہ...... ہاں اگر ایسی صورت میں عدت کے تین مہینے مکمل ہوجانے کے بعد حیض کا خون جاری ہوا تو پھر حیض کے ذریعے عدت شمار کرنے کی ضرورت نہیں۔ ۲؎

مسئلہ...... کسی عورت کو اس کے شوہر نے رجعی طلاق دی، اس عورت نے حیض کے ذریعے عدت گزارنی شروع کی، تیسرا حیض پورا ہونے سے پہلے اس کا شوہر فوت ہوگیا، تو اب اس پر نئے سرے سے عدتِ وفات گزارنی ضروری ہے۔ ۳؎

مسئلہ...... اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے کر طلاق سے منکر ہوجائے اور پھر عدالت میں گواہوں کے ذریعے اس کے طلاق دینے کو ثابت کردیا جائے اور عدالت کی طرف سے طلاق کا فیصلہ ہوجائے تو ایسی صورت میں اس عورت کی عدت طلاق کے وقت سے شمار ہوگی، فیصلہ کے وقت سے نہیں ۴؎ (جاری ہے)

۱؎ صغيرة طلقها زوجها فمضت ثلاثة اشهر الا يوما ثم حاضت فما لم تحض ثلاث حيض لا تنقضى عدتها (هنديه كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فى العدة)

۲؎ قال فى العلائية: والصغيرة لو حاضت بعد تمام الاشهر لا تستأنف الا اذا حاضت فى اثنائها فتستأنف بالحيض و فى الشامية (قوله فى اثنائها) اى قبل تمامها ولو بساعة(رد المحتار) (ملاحظہ ہو احسن الفتاوی ج۵ ص۴۴۴)

۳؎ رجل طلق امراته طلاقا رجعيا فاعتدت بثلاث حيض الا يوما فمات الزوج يلزمها اربعة اشهر وعشر كذا فى غاية البيان(هندية، كتاب الطلاق الباب الثالث عشر فى العدة)

۴؎ الرجل اذا طلق امراته ثم انكره و اقيمت عليه البينة وقضى القاضى بالتفريق فان العدة من وقت الطلاق لا من وقت القضاء، كذا فى الخلاصة(هنديه كتاب الطالق، الباب الثالث عشر فى العدة)
قال فى الدر: (فلو طلق امراته ثم انكره واقيمت عليه بينة وقضى القاضى بالفرقة) كأن ادعته عليه فى شوال وقضى به فى المحرم (فالعدة من وقت الطلاق لا من وقت القضاء) بزازيه (درمختار باب العدة)

آپ کے دینی مسائل کا حل " ادارہ

غُسلُ الْمُعتَكِفِ لِلْجُمُعَةِ اَوْ لِلتَّبرِيْدِ

معتکف کو جمعہ کے دن یا ٹھنڈک کی غرض سے غسل کا حکم

سوال

مسنون اعتکاف کے دوران اگر جمعہ کا دن آ جائے، تو جمعہ کے دن کا سنت غسل کرنے کے لئے معتکف کو مسجد سے باہر جانا جائز ہے یا کہ نہیں؟

اسی طرح بعض علاقوں میں موسمِ گرما میں شدید گرمی کے وقت بعض معتکفین کو شدید تکلیف و بے چینی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس کو دور کرنے کے لئے غسل کی ضرورت پیش آتی ہے، ایسی صورت میں کیا معتکف کو مسنون اعتکاف کے دوران مسجد میں غسل کرنا یا غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے کہ نہیں؟

امید ہے کہ تفصیل سے جواب تحریر فرمائیں گے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جواب

معتکف کو اعتکاف کے دوران احتلام ہوجانے کی وجہ سے غسل واجب ہوجائے، تو فقہائے کرام کے نزدیک غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے، کیونکہ مسجد میں جنابت کی حالت میں ٹھہرنا منع ہے، اور معتکف پر یہ غسل واجب ہے، لہٰذا معتکف کا واجب غسل کے لئے مسجد سے باہر جانا ایسی ضرورت میں داخل ہے، جس کا شریعت اعتبار کرتی ہے۔

جہاں تک جمعہ کے دن اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کرنے کا معاملہ ہے، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس طرح کے غسل کے لئے معتکف کو مسنون اور واجب اعتکاف کے دوران مسجد سے نکلنا جائز نہیں، اور نفل اعتکاف کے دوران نکلنا جائز ہے۔

تاہم اگر کوئی واجب ومنذور اعتکاف کی نذر ماننے کے وقت زبان سے غسلِ مسنون یا غسلِ ٹھنڈک کے لئے نکلنے کا استثناء کرلے، اور شرط لگالے، تو اس کو منذور (یعنی واجب) اعتکاف کے دوران نکلنا جائز ہو جائے گا، اسی طرح اگر کوئی مسنون اعتکاف شروع کرنے کے وقت غسلِ مسنون یا غسلِ ٹھنڈک کے

لئے نکلنے کی نیت کرلے، تو پھر اس غرض سے نکلنا جائز ہے، مگر اس صورت میں اس کا اعتکاف نفل واقع ہوگا، جیسا کہ اعتکاف میں شرط لگانے اور استثناء کرلینے کے مسئلہ کی تحقیق میں ذکر کیا گیا۔

البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جس طرح احتلام ہوجانے کے بعد واجب غسل کے لئے معتکف کو مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے، اسی طرح جمعہ کے دن اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کرنے کے لئے بھی مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے، اور ان کے نزدیک اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

اور یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکلے، اور اگر مسجد میں رہتے ہوئے اس طرح غسل کرے کہ مسجد کی بھی تلویث و بے احترامی لازم نہ آئے، تو پھر امام مالک رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک بھی اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

چنانچہ الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے کہ:

ذَهَبَ الْـمَـالِـكِيَّةُ إِلٰى أَنَّ لِلْـمُعْتَكِفِ الْخُرُوْجَ لِغُسْلِ الْجُمُعَةِ وَالْعِيْدِ وَلِحَرٍّ أَصَابَهُ فَـلَا يَفْسُـدُ الْإِعْتِكَافُ خِلَافًا لِلْجُمْهُوْرِ، وَصَرَّحَ الشَّافِعِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ بِأَنَّهُ لَا يَجُوْزُ الْخُرُوْجُ لِغُسْلِ الْجُمُعَةِ وَالْعِيْدِ، لِأَنَّهُ نَفْلٌ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ وَلَيْسَ مِنْ بَابِ الضَّرُوْرَةِ، فَإِنِ اشْتَرَطَ ذٰلِكَ جَازَ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص ۲۲۱، مادة"اعتكاف"الخروج لغسل الجمعة والعيد)

ترجمہ: مالکیہ کے نزدیک معتکف کو جمعہ اور عید کے غسل کے لئے اور گرمی لگ گئی ہو، تو اس کے غسل کے لئے نکلنا جائز ہے، جس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، جمہور فقہاء اس کے خلاف ہیں، شافعیہ اور حنابلہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جمعہ اور عید کے غسل کے لئے نکلنا جائز نہیں، کیونکہ وہ غسل نفل و مستحب ہے، واجب نہیں، اور ضرورت کے درجے کی چیز نہیں، لیکن اگر اس کی شرط لگالے، تو جائز ہے (موسوعۃ الفقہیۃ)

شافعیہ اور حنابلہ کی کتب میں تو صراحتاً غسلِ واجب یا غسلِ جنابت کے لئے خروج کی اجازت اور غسلِ جمعہ وغیرہ کے لئے عدمِ اجازت کا ذکر پایا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] (والطهارة عن حدث) كغسل جنابة ووضوء لحدث نص عليه؛ لأن الجنب يحرم عليه اللبث في المسجد، والمحدث لا تصح صلاته بدون وضوء (ولا) يخرج لطهارة غير واجبة كغسل الجمعة و

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جہاں تک حنفیہ کا تعلق ہے، تو انہوں نے احتلام ہوجانے کی صورت میں توغسل کرنے کے لئے واجب ومسنون اعتکاف کے دوران مسجد سے نکلنے کے جائز ہونے اور اس کو معتکف کے لئے مسجد سے نکلنے کی حاجتِ ضروریہ میں ذکر فرمایا ہے، لیکن اس کے علاوہ جمعہ کے دن یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کرنے کے لئے مسجد سے نکلنے کو حاجتِ ضروریہ میں شامل کرکے جواز کا ذکر نہیں فرمایا۔ [۱]

اس کے علاوہ فقہائے احناف نے معتکف کو جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد میں جانے کے جائز ہونے پر بھی کلام فرمایا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ جمعہ کی نماز فرض ہے، جس کے لئے معتکف کو نکلنا جائز ہے، اور یہ تفصیل بھی بیان فرمائی ہے کہ جمعہ کی نماز کھڑی ہونے سے کتنی دیر پہلے معتکف

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(التجديد وله تقديمها) أى :الطهارة الواجبة (ليصلى بها أول الوقت) ؛ لأنه لا بد من الوضوء للحدث، وإنما يتقدم عن وقت الحاجة إليه لمصلحة وهى كونه على وضوء ، وربما يحتاج إلى صلاة النافلة، (و) له أن (يتوضأ فى المسجد) ويغتسل فيه (بلا ضرر) أى :إذا لم يؤذ بهما(كشاف القناع عن متن الاقناع، ج۲ ص۳۵۶، كتاب الصيام، باب الاعتكاف واحكام المسجد)

وله الخروج له -أى للغسل الواجب من حدث أو خبث، وإن أمكنه فيه، لأنه أصون لمروء ته، ولحرمة المسجد (إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين للدمياطى، ج۲، ص۲۹۵، باب الصوم)

[۱] ولو احتلم لا يفسد اعتكافه، فإن أمكنه أن يغتسل فى المسجد من غير تلويث فعل، وإلا خرج فاغتسل ثم يعود(فتح القدير، ج۲،ص۳۹۶،كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

ولو احتلم المعتكف؛ لا يفسد اعتكافه؛ لأنه لا صنع له فيه فلم يكن جماعا ولا فى معنى الجماع، ثم إن أمكنه الاغتسال فى المسجد من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به وإلا فيخرج فيغتسل ويعود إلى المسجد (بدائع الصنائع، ج۲، ص۱۱۶، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

وكذا لو احتلم كذا فى فتح القدير ثم إن أمكنه الاغتسال فى المسجد من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به، وإلا فيخرج ويغتسل ويعود إلى المسجد، ولو توضأ فى المسجد فى إناء فهو على هذا التفصيل هكذا فى البدائع وفتاوى قاضى خان (الفتاوىٰ الهندية، ج۱، ص۲۱۳، كتاب الصوم، الباب السابع، مسائل فى الاعتكاف)

إلا لحاجة الإنسان) طبيعية كبول وغائط وغسل لو احتلم (الدر المختار مع ردالمحتار، ج۲ص۴۴۵، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

(قوله ويخرج لحاجة الإنسان كالبول والغائط) والاغتسال للجنابة إذا احتلم كما فى النهر(حاشية الشرنبلالى على درر الحكام، ج۱، ص۲۱۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ولو احتلم فى المسجد وأمكنه الخروج من ساعته يخرج ويغتسل(البناية شرح الهداية، ج۱،ص۳۳۲،كتاب الطهارات،فصل فى الغسل)

ومن احتلم وهو فى المسجد يخرج من ساعته فإن كان فى جوف الليل وخاف الخروج يستحب له أن يتيمم(فتاوى قاضى خان، ج۱،ص۴۵،كتاب الطهارة،فصل فى النجاسة)

جمعہ کی نماز کے لئے مسجد سے نکلے، اور پھر کتنی دیر بعد وہاں سے واپس لوٹے، اور جمعہ کی سنتوں کے لئے جامع مسجد میں ٹھہرنے کی بھی اجازت بیان فرمائی ہے، لیکن اس پوری بحث میں جمعہ کے دن کے غسل کا ذکر نہیں فرمایا۔ [1]

جو اس بات کا قرینہ ہے کہ فقہائے احناف کے نزدیک جمعہ کے دن اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے مسنون یا واجب اعتکاف کے دوران مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ [2]

---

[1] إقامة الجمعة فرض؛ لقوله تعالى (يا أيها الذين آمنوا إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله) والأمر بالسعى إلى الجمعة أمر بالخروج من المعتكف.
ولو كان الخروج إلى الجمعة مبطلا للاعتكاف؛ لما أمر به؛ لأنه يكون أمرا بإبطال الاعتكاف وإنه حرام؛ ولأن الجمعة لما كانت فرضا حقا لله تعالى عليه والاعتكاف قربة ليست هى عليه فمتى أوجبه على نفسه بالنذر؛ لم يصح نذره فى إبطال ما هو حق لله تعالى عليه؛ بل كان نذره عدما فى إبطال هذا الحق ولأن الاعتكاف دون الجمعة فلا يؤذن بترك الجمعة لأجله وقد خرج الجواب عن قوله :إن الاعتكاف لبث والخروج يبطله لما ذكرنا أن الخروج إلى الجمعة لا يبطله لما بينا.
وأما وقت الخروج إلى الجمعة ومقدار ما يكون فى المسجد الجامع فذكر الكرخى وقال :ينبغى أن يخرج إلى الجمعة عند الأذان فيكون فى المسجد مقدار ما يصلى قبلها أربعا وبعدها أربعا أو ستا وروى الحسن بن زياد عن أبى حنيفة :مقدار ما يصلى قبلها أربعا وبعدها أربعا.
وهو على الاختلاف فى سنة الجمعة بعدها أنها أربع فى قول أبى حنيفة وعندهما :ستة على ما ذكرنا فى كتاب الصلاة وقال محمد :إذا كان منزله بعيدا يخرج حين يرى أنه يبلغ المسجد عند النداء وهذا أمر يختلف بقرب المسجد وبعده فيخرج فى أى وقت يرى أنه يدرك الصلاة والخطبة ويصلى قبل الخطبة أربع ركعات؛ لأن إباحة الخروج إلى الجمعة إباحة لها بتوابعها، وسننها من توابعها بمنزلة الأذكار المسنونة فيها ولا ينبغى أن يقيم فى المسجد الجامع بعد صلاة الجمعة إلا مقدار ما يصلى بعدها أربعا أو ستا على الاختلاف ولو أقام يوما وليلة لا ينتقض اعتكافه، لكن يكره له ذلك أما عدم الانتقاض فلأن الجامع لما صلح لابتداء الاعتكاف؛ فلأن يصلح للبقاء أولى؛ لأن البقاء أسهل من الابتداء وأما الكراهة؛ فلأنه لما ابتدأ الاعتكاف فى مسجد؛ فكأنه عينه للاعتكاف فيه، فيكره له التحول عنه مع إمكان الإتمام فيه(بدائع الصنائع، ج٢ ص ١١٤، فصل ركن الاعتكاف)

[2] چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ:
عشرۂ اخیرہ رمضان کے اعتکاف مسنون میں جمعہ کے یا تبرید کے لیے غسل کرنے کی غرض سے خروج عن المسجد مفسدِ اعتکاف ہے، یا متمم یا جائز غیر مفسد؟
حضرت رحمہ اللہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا کہ:
جس یوم کا اعتکاف شروع ہو گیا ہے، اس کے لیے مفسِد ہے، بقیہ ایام کے لیے منہی و متمم ہے؛ البتہ منذور کے لیے مجموعے کا بھی مفسِد (امداد الفتاویٰ جلد ۲، صفحہ ۱۵۴ و ۱۵۵، باب الاعتکاف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ حنفیہ کی بعض غیر معروف کتب میں وضو اور غسل کے لئے خواہ وہ فرض ہو یا نفل، معتکف کو نکلنے کی اجازت ذکر کی گئی ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور امداد الاحکام میں ہے کہ:

بقیہ سوال: اور غسل کے لئے جانا جبکہ حالتِ جنابت میں نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز نہیں (امداد الاحکام ج۲ص۱۴۶، باب الاعتکاف)

اور ایک مقام پر ہے کہ:

غسلِ جمعہ کے لئے خروج من المسجد جائز نہیں، فقط غسلِ احتلام کے واسطے باہر جانا جائز ہے (امداد الاحکام ج۲ص۱۴۹، باب الاعتکاف)

اور فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ:

فرض غسل کے سوا جمعہ وغیرہ کے لئے غسل کے لئے نہیں نکل سکتے (فتاویٰ رحیمیہ مبوب ج۷ص۲۷۶، مطبوعہ: دار الاشاعت، کراچی)

واجب غسل کے علاوہ جمعہ وغیرہ کے غسل کے لئے نکلنے کی اجازت نہیں (ایضاً ص۲۸۳)

اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں کہ:

اعتکافِ مسنون (اور اعتکافِ منذور) میں غسلِ جمعہ کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، احقر کو تحقیق سے یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے، اگرچہ بعض حضرات نے غسلِ جمعہ کے لئے نکلنے کی اجازت بھی دی ہے (احکامِ اعتکاف ص۶۱)

لیکن فقہی دلائل کی روشنی میں یہ قول نہایت ضعیف اور مرجوح معلوم ہوتا ہے (ایضاً ص۶۲)

[۱] وفی الحجة :ویخرج لاجابة السلطان، ویخرج ایضا لامر لابد له منه ثم یرجع الی المسج بعد ما فرغ من ذلک الامر سریعا، ویخرج للوضوء والاغتسال فرضا کان او نفلا (الفتاویٰ التتارخانية، ج۲ص۴۰۳، کتاب الصوم، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف)

فی خزانة الروایات عن فتاوی الحجة: یجوز للمعتکف أن یخرج من المسجد فی سبعة أشیاء: البول، والغائط، والوضوء، والاغتسال فرضا کان أو نفلاً (کغسل الجمعة وکالوضوء لتلاوة القرآن، ولایخرج لتجدید الوضوء لکونه ممایفضی الی تکرار الخروج وهو ینافی معنی الاعتکاف) والجمعة، ویخرج أیضاً لحاجة السلطان، ویخرج أیضاً لأمر لابدمنه ثم یرجع بعد مافرغ من ذلک سریعا. وهذا کله فی الاعتکاف الواجب؛ وأما فی الاعتکاف النفل لابأس بأن یخرج بعذر أو بغیر عذر فی ظاهر الروایة. وفی الخلاصة: لواعتکف الرجل من غیر أن یوجبه علی نفسه ثم یخرج من المسجد لاشیء علیه، کذا فی الاکلیل (۲: ۱۲۰) (احکام القرآن، ج ۱، ص ۲۷۰، تحت قوله تعالیٰ ولاتباشروهن وأنتم عاکفون فی المساجد؛ مطبوعة: ادارة القرآن، کراتشی)

فتاویٰ الحجہ کے حوالہ سے جو عبارت تتارخانیہ اور احکام القرآن میں نقل کی گئی ہے، اس کے حنفیہ کے قواعد کے مطابق مرجوح ہونے کا ایک قرینہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس میں اجابتِ سلطان کے لئے بھی خروج کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

حالانکہ اگر اس جواز سے عدمِ افساد مراد لیا جائے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کے لئے خروج مفسدِ اعتکاف ہے، اس کے علاوہ وضو اور غسل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کے پیشِ نظر بعض حضرات نے معتکف کو جمعہ کے دن غسلِ مسنون کے لئے نکلنے کو جائز قرار دیا ہے۔ [۱]
مگر یہ قول حنفیہ کے قواعد کے مطابق راجح معلوم نہیں ہوتا۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کے لئے خروج کا جواز بیان کرنے کے بعد جو نفل کی قید لگائی گئی ہے، اس کو دیگر فقہی عبارات کے تقاضے اور ان کے مطابق بنانے کی ضرورت کے پیشِ نظر وضو کے ساتھ بھی مقید کیا جاسکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نتف میں سات اشیاء کے لئے نکلنے کا جواز بیان کرتے وقت غسل کے بعد نفل کے الفاظ نہیں ہیں، اور اجابتِ سلطان کا ذکر اس میں بھی ہے۔

ویجوز للمعتکف ان یخرج من المسجد فی سبعة اشیاء :احدهما البول والثانی الغائط والثالث الوضوء والرابع الاغتسال والخامس الجمعة اذا اخشی ان تفوت فحینئذ یجوز ان یخرج الیها ویصلی بعدها رکعتین ثم اربعا ویرجع والسادس لاجابة السلطان والسابع لامر لا بد منه ثم یرجع اذا فرغ سریعا (النتف فی الفتاویٰ، ج ۱، ص ۱۶۱، کتاب الصوم، مطلب فی الاعتکاف)

[۱] چنانچہ احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

فتاویٰ الحجۃ، متانۃ، خزانۃ، بیاض ہاشمی، الاکلیل، احکام القرآن، حیاۃ الصائمین، مضمرات، تتارخانیہ، کنز العباد، فتاویٰ محمدیہ، مظہر الانوار، اشعۃ اللمعات، مجموعہ، تیرہ کتابوں میں یہ مسئلہ بلاتردد منقول ہے، اگرچہ ان میں سے بعض کتابیں غیر معروف ہیں، اور خزانۃ الروایات و کنز العباد کی مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی قدس سرہٗ نے النافع الکبیر میں تضعیف فرمائی ہے، مگر دوسری کتب معروف و معتبر ہیں، پھر اتنے علماء و اہلِ فتویٰ جن میں علامہ مخدوم ٹھٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے جلیل القدر فقیہ بھی ہیں، ان سب کا بلا انکار و بلا ذکر اختلاف نقل کرنا مستقل دلیل ہے، علاوہ ازیں قول علائیہ "**وحرم علیه الخروج الا لحاجة الانسان**" کے تحت علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "**ولایمکث بعد فراغه من الطهور**" یہاں طہور سے نفل وضو متبادر ہے، اور غالباً اس کے لئے جوازِ خروج سے مخالف کو بھی انکار نہیں، بعض نے وضوء للصلاۃ النافلۃ اور وضوءِ نفل میں فرق کیا ہے، اول کے لئے جوازِ خروج اور ثانی کے لئے عدمِ جواز اختیار کیا ہے، یہ فرق غیر معقول ہونے کے علاوہ شامیہ کے جزئیہ مذکورہ کے بھی خلاف ہے، پس نفل وضو کے حوائجِ شرعیہ میں ادخال اور نفل غسل کے اخراج کی کوئی وجہ نہیں، نیز غیر مؤذن کو بھی اذان کے لئے خروج کی اجازت ہے، اور اس کا عموم حالتِ حضورِ مؤذن کو بھی شامل ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ہر وہ عبادت جس کا تعلق مسجد سے ہو، وہ حوائجِ شرعیہ میں داخل ہے، اگرچہ نفل ہو، بخلاف صلاۃ الجنازۃ ونحوہا (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۱۳، باب الاعتکاف)

[۲] چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں کہ:

ان وجوہ کی بناء پر اعتکافِ مسنون میں غسلِ جمعہ کے لئے خروج جائز نہیں معلوم ہوتا۔

جہاں تک اُن اقوال کا تعلق ہے جو جواز پر دلالت کرتے ہیں، اُن کے بارے میں عرض یہ ہے کہ بعض کتب تو قطعاً نا قابلِ اعتبار ہیں،...... اس کے علاوہ جن کتب کا حوالہ اس سلسلہ میں ملتا ہے، وہ بھی غیر معروف کتابیں ہیں جو نایاب بھی ہیں، لہٰذا ان کی مراجعت کر کے تحقیق بھی نہیں کی جاسکتی (احکامِ اعتکاف، صفحہ ۶۴ و ۶۵، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد عرض ہے کہ معتکف اگر قضائے حاجت وغیرہ کے لئے نکلا ہو، تو فقہائے کرام نے استنجا کے بعد وضو کرنے کی اجازت دی ہے۔ [۱]

جس کے پیشِ نظر بعض حضرات نے گرمی کی شدت سے بے چین معتکف کو ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے کی یہ صورت تجویز فرمائی ہے کہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر وضو کے بجائے جلدی سے اتنی دیر میں غسل کرلے کہ جتنی دیر میں وضو ہوتا ہے، تو پھر اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ علامہ شامی کی عبارت میں طہور سے نفل وضو متبادر ہے، تو بندہ کے خیال میں اس سے مسئلہ ھٰذا پر بظاہر کوئی فرق واقع نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ فقہائے کرام نے تجدیدِ وضو کے لئے تو نکلنے کی اجازت نہیں دی، اس کے علاوہ وضو خواہ فرض نماز کے لئے ہو، یا نفل نماز کے لئے، بلکہ اس سے بڑھ کر تلاوت وغیرہ کے لئے ہو، تب بھی فقہائے کرام نے وضو کے لئے خروج کی اجازت دی ہے؛ کیونکہ کئی احادیث میں باوضو اعتکاف کرنے پر فرشتوں کی دعا اور نماز کا ثواب ملنے کی فضیلت آئی ہے، خواہ وہ اس حالت میں خاموش رہے، اور کوئی دوسرا عمل بھی نہ کرے، اور جب وضو نہ ہو، یعنی کوئی محدِث ہو تو اس کے حق میں وضو کے طہور ہونے میں کوئی شبہ نہیں، برخلاف غسل کے کہ اگر کوئی جنبی نہ ہو تو اس کے لئے وضو کے بجائے غسل کو طہور قرار دینا محلِ نظر ہے، جب کوئی جنبی نہ ہو، تو اس کے غسل کرنے کو وضو علی الوضو یا تجدیدِ وضو سے زیادہ مشابہت معلوم ہوتی ہے۔

نیز مؤذن کے لئے خروج کی اجازت بھی مطلقاً نہیں ہے، جیسا کہ سمجھا جاتا ہے، اور اذان دینا ایک طرح سے معتکف اور اس مسجد کے حوائج میں سے ہے جس میں معتکف اعتکاف کررہا ہے، جس کی تفصیل ہم اذان کے لئے خروج کی بحث میں ذکر کر چکے ہیں، جبکہ معتکف کا غسلِ جمعہ اس طرح کے حوائج سے معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱] فإن خرج لجمعة أو غائط أو بول فدخل بيتا أو مر فيه فلا بأس بذلك ولا يفسد ذلك اعتكافه وليس ينبغي له أن يمكث في منزله بعد فراغه من الوضوء (الاصل المعروف بالمبسوط للشيباني، ج ۲، ص ۲۷۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

فرع إذا فرغ من قضاء الحاجة واستنجى فله أن يتوضأ خارج المسجد ذلك يقع تابعا بخلاف ما لو احتاج إلى الوضوء من غير قضاء حاجة فإنه لا يجوز له الخروج على الأصح إذا أمكن الوضوء في المسجد (روضة الطالبين وعمدة المفتين، للنووي، ج ۲، ص ۴۰۷)

وإذا خرج لقضاء الحاجة فله أن يتوضأ خارج المسجد لأن ذلك يقع تبعا بخلاف ما لو احتاج إلى الوضوء من غير قضاء الحاجة فإنه لا يجوز الخروج على الأصح إذا أمكن الوضوء في المسجد (كفاية الأخيار في حل غاية الإختصار، لتقي الدين الشافعي، ج ۱، ص ۲۰۹)

[۲] چنانچہ احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

اگر غسل خانہ، بیت الخلاء کے ساتھ ہی ہو، اور نہانے میں وضو سے زیادہ دیر نہ لگے، تو قضائے حاجت کے بعد غسل کی اجازت ہے، اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مسجد ہی میں کپڑے اتار کر صرف لنگی میں چلا جائے، اور نل کھول کر بدن پر پانی بہا کر نکل آئے، نہ صابون لگائے، اور نہ زیادہ ملے، اس طرح تنظیف تو نہیں ہوگی، تبرید البتہ ہو جائے گی، اور اگر مسجد کی طرف چلتے چلتے تولیہ سے بدن رگڑ لے، تو کافی حد تک تنظیف بھی ہوسکتی ہے (احسن الفتاویٰ، ج ۴، ص ۵۱۵، باب الاعتکاف)

جبکہ بعض حضرات نے اس قسم کے ضرورت وحاجت مند شخص کے لئے یہ صورت تجویز فرمائی ہے کہ خاص غسل کرنے کے لئے تو مسجد سے نہ نکلے، البتہ جب قضائے حاجت وغیرہ کے لئے نکلے، تو اس کے ساتھ ہی مختصراً غسل کر کے واپس آ جائے۔ [۱]

اب تک کی تفصیل تو امام مالک رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے اقوال اور بالخصوص حنفیہ کے موقف کی روشنی میں پیش کی گئی۔

---

[۱] چنانچہ فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غسلِ تبرید یا غسلِ مسنون کے لئے مستقلاً نہ نکلے، بلکہ قضائے حاجت کے لئے نکلے، تو استنجاء کرتے وقت غسل بھی کر لے (فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج ۱۰ ص ۲۴۳، باب الاعتکاف)

اور ایک مقام پر ہے کہ:

غسل کرنا درست ہے، مسجد ہی میں کسی ٹب وغیرہ بڑے برتن میں کر لے، اگر غسل خانہ میں استنجاء کرنے جائے، تو وہاں بھی جلدی سے کر سکتا ہے (ایضاً ص ۲۴۴)

یہ گنجائش اس قول پر مبنی معلوم ہوتی ہے، جس کے پیشِ نظر قضائے حاجت کے لئے نکلنے کی صورت میں ضمناً وضو اور عیادتِ مریض وغیرہ کی اجازت دی گئی ہے یا پھر ضرورتاً صاحبین کے قول کو اختیار کیا گیا ہے، جس کے پیشِ نظر اگر خروج اکثرِ نصف یوم سے کم پر محیط ہو، تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، بالخصوص جبکہ خروج ضرورتاً ہوا ہو۔

اگرچہ مشائخ احناف کا عام فتویٰ صاحبین کے بجائے امام صاحب کے اس قول پر ہے، جس کی رو سے خروج ایک ساعت کے لئے ہونے سے بھی جبکہ وہ خروج حاجتِ انسانی اور ضرورتِ مباح کے لئے نہ ہو، یا حاجتِ انسانی اور ضرورتِ مباح کے لئے تو ہو، مگر ضرورت وحاجت پوری ہونے کے بعد ایک ساعت کے لئے بھی بلاضرورت ٹھہرے تو اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے؛ لیکن کئی مشائخ نے دفعِ حرج کی بناء پر صاحبین کے قول کو اوسع وایسر قرار دیا ہے۔

اس لئے مندرجہ بالا ضرورت کے لئے صاحبین کے قول کے پیشِ نظر اور اس کے ساتھ اس قول کو ملحوظ رکھ کر کہ جس کی رو سے مستقلاً خروج نہ ہونے کی صورت میں توسع پایا جاتا ہے، ضرورت اور دفعِ حرج کے لئے گنجائش دی جا سکتی ہے۔

اور اگر کوئی صاحبِ علم اس سے متفق نہ ہوں، اور ضرورت اور حاجت مندوں کے لئے وہ اس سے بہتر طریقہ تجویز فرما سکتے ہوں، تو ان کو اجازت ہے۔

وأشار إلى أنه لو خرج لحاجة الإنسان ثم ذهب لعيادة المريض، أو لصلاة الجنازة من غير أن يكون لذلك قصد فإنه جائز (البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۲۵، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ويجوز أن تحمل الرخصة على ما إذا كان خرج المعتكف لوجه مباح كحاجة الإنسان أو للجمعة، ثم عاد مريضا أو صلى على جنازة من غير أن كان خروجه لذلك قصدا وذلك جائز (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۲، ص ۱۱۴، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

ولا يمكث بعد فراغه من الطهور فإن مكث فسد اعتكافه عند أبي حنيفة وعندهما لا يفسد حتى يكون المكث أكثر من نصف يوم وفي نصف يوم روايتان وكذا إذا خرج من المسجد ساعة لغير عذر فسد اعتكافه عند أبي حنيفة لوجود المنافي وعندهما لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف يوم لأن اليسير من الخروج عفو للضرورة (الجوهرة النيرة، ج ۱، ص ۱۴۶، باب الاعتكاف) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک معتکف کو جمعہ کے دن کے مسنون غسل اور گرمی کی شدت دُور کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کے لئے نکلنے کی اجازت ہے۔

چنانچہ ابنِ قاسم فرماتے ہیں کہ:

وَسَأَلْتُ مَالِكًا عَنِ الْمُعْتَكِفِ أَيَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِلْغُسْلِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ (المدونة، ج ا ص ۲۹۲، کتاب الاعتکاف، خروج المعتکف و اشتراطه)

ترجمہ: اور میں نے امام مالک سے معتکف کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وہ مسجد سے جمعہ کے دن غسل کے لئے نکل سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں، اس میں کوئی حرج نہیں (مدونہ)

اور مالکیہ کی کتاب مواہبُ الجلیل میں ہے کہ:

قَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ: وَيَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِغُسْلِ الْجُمُعَةِ وَوَجْهُهُ أَنَّ الْجُمُعَةَ وَاجِبَةٌ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فأما إذا خرج ساعة من المسجد فعلى قول أبى حنيفة -رحمه الله تعالى- يفسد اعتكافه، وعند أبى يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى لا يفسد ما لم يخرج أكثر من نصف يوم، وقول أبى حنيفة -رحمه الله تعالى- أقيس وقولهما أوسع قالا: اليسير من الخروج عفو لدفع الحاجة (المبسوط للسرخسى، ج۳، ص۱۱۸، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

(وعندهما لا يفسد ما لم يكن) الخروج (أكثر اليوم) وهو الاستحسان؛ لأن فى القليل ضرورة ولا ضرورة فى الكثير وقوله أقيس وقولهما أيسر للمسلمين (مجمع الانهر، ج ا، ص۲۵۷، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، الصوم شرط فى الاعتكاف الواجب)

وإن وقف للعيادة وأطال بطل اعتكافه بلا خلاف كما لو خرج للعيادة وإن لم يطل فطريقان (أصحهما) لا يبطل اعتكافه وجها واحدا وبه قطع البغوى والأكثرون وادعى إمام الحرمين اتفاق الأصحاب عليه ووجهه أنه قدر يسير ولم يخرج بسببه (والطريق الثانى) فيه وجهان (أحدهما) هذا (والثانى) يبطل وبهذا الطريق قطع المتولى ووجه البطلان أنه غير محتاج إليه قال المتولى والرجوع فى القلة والكثرة فى هذا إلى العرف حتى إن كان المريض فى داره التى يقصد لقضاء الحاجة وطريقه فى صحنها والمريض فى بيت أو حجرة منها فهو قريب وإن كان فى درب آخر فهو طويل ولو ازور عن الطريق لعيادة المريض فإن كان كثيرا بطل اعتكافه بلا خلاف وإن كان قليلا فوجهان حكاهما المتولى وغيره (أصحهما) يبطل وبه قطع البغوى وهو مقتضى كلام الجمهور قال البغوى ولو وقف للاستئذان على المريض بطل اعتكافه هذا كلامه ويجىء فيما إذا لم يطل الوقوف الخلاف السابق والله أعلم (المجموع شرح المهذب، ج۶ ص ۵۱۱، كتاب الاعتكاف)

عَلَيْهِ وَهُوَ مُخَاطَبٌ بِالْغُسْلِ، اِنْتَهٰى،وَذٰلِکَ لَا يَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ(مواهب الجليل فی شرح مختصر خليل، ج۲،ص ۴۶۲،باب الاعتکاف)

ترجمہ:ابنِ قاسم نے فرمایا کہ معتکف جمعہ کے غسل کے لئے نکل سکتا ہے،اوراس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ اس پرواجب ہے،اوروہ غسل کا مخاطب ہے،ابنِ قاسم کا کلام ختم ہوا،اور غسل مسجد میں نہیں ہوسکتا(مواہبُ الجلیل)

اور مالکیہ کی کتاب البیان والتحصیل میں ہے کہ:

قِيْلَ لَهُ أَيَغْتَسِلُ فِيْ مَوْضِعِهِ لِلْجُمُعَةِ الَّذِيْ يَخْرُجُ فِيْهِ لِحَاجَتِهِ ، قَالَ لَا بَأْسَ بِذٰلِکَ ؛ وَلِغَيْرِ الْجُمُعَةِ ،إِنْ أَحَبَّ ذٰلِکَ،تَبَرُّدًا أَوْ غَيْرَ ذٰلِکَ ، فَلَا بَأْسَ عَلَيْهِ فِي الْغُسْلِ ؛ وَلَقَدْ كَانَ رِجَالٌ مِّنْ أَهْلِ الْفَضْلِ يَغْتَسِلُوْنَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ لِرَوَاحِهِمْ ، مِنْهُمْ:عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ ، عَبْدُ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ ، كَانُوْا يَغْتَسِلُوْنَ كُلَّ يَوْمٍ (البيان والتحصيل لا بن رشد القرطبی، ج۲ص ۳۱۱،کتاب الصيام والاعتکاف)

ترجمہ:امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کیا معتکف جمعہ کے لئے اس جگہ غسل کرسکتا ہے،جس جگہ اپنی حاجت کے لئے نکلتا ہے؟ توانہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں،اورغیر جمعہ کے لئے بھی غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں،اگر وہ چاہے تو،خواہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ہو یااس کے علاوہ ہو،اس پرغسل کرنے میں کوئی حرج نہیں،اوربعض اہلِ فضل حضرات ہردن شام کوغسل کرتے تھے،جن میں عامر بن عبداللہ بن زبیر،عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم داخل ہیں،جو ہردن غسل کرتے تھے(البیان والتحصیل)

مالکیہ کی اورکتب میں بھی غسلِ جمعہ اورغسلِ ٹھنڈک کے لئے مسجد سے نکلنے کی اجازت کا ذکرموجود ہے۔ [۱]

---

[۱] فالمراد بحاجته ما يحمله على الخروج، فيشمل الخروج للوضوء والغسل لجنابته أو عيده أو جمعته أو تبرده لحر أصابه كما قاله فی الطراز من رواية ابن وهب، ولو كانت هذه المذكورات فی الحمام، وقول الشامل :ولا يدخل المعتكف الحمام محمول على من يمكنه التطهر فی بيته أو فی محل أقرب منه(الفواكه الدوانی،على رسالة ابن أبی زيد القيروانی،ج۱،ص۳۲۳،باب فی الاعتکاف)

وقوله :وغسل جمعة أی وعيد أو لتبرد لحر أصابه لكن بشرط أن لا يتجاوز قريبا يمكن قضاء الحاجة منه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک معتکف کو مستقل طور پر غسلِ جمعہ اور غسلِ ٹھنڈک (وتبرید) کے لئے نکلنے کی اجازت ہے۔

مگر دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس کی اجازت نہیں ہے۔

دیگر فقہائے کرام کے قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سال تک لگاتار رمضان میں مسنون اعتکاف فرمایا، جس میں جمعہ کا دن بھی درمیان میں آتا تھا، اور اعتکاف کے دوران گرمی کا موسم بھی ہوتا تھا، لیکن اعتکاف کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کے لئے نکلنا تو ثابت ہے، لیکن جمعہ کے دن یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کرنے کے لئے مسجد سے نکلنا ثابت نہیں، بلکہ بعض اوقات مسجد کی حدود میں رہتے ہوئے ہی سر وغیرہ دھونے کا ذکر ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَأُرَجِّلُهُ ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِلَّا إِذَا أَرَادَ الْوُضُوءَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٦١٠٢) [1]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے، آپ اپنے سر کو میری طرف کردیا کرتے تھے، اور آپ مسجد میں ہوتے تھے، میں آپ کے سر میں کنگھی وغیرہ کردیا کرتی تھی، اور آپ صرف ضرورت کے وقت میں ہی گھر میں داخل ہوتے تھے، جب وضو کا ارادہ کرتے (مسند احمد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكذا لا يقف مع أحد يحدثه وإن اشتغل بحديث فسد اعتكافه وإذا تعدى القريب فسد أيضا (حاشية العدوى على شرح كفاية الطالب الربانى، ج ١، ص ٤٦٨، باب فى الاعتكاف)

والمعنى :أنه مما يجوز للمعتكف إذا خرج من معتكفه لغسل الجمعة أو لغسل الجنابة ,أو لغسل العيدين , أو لحر أصابه وما أشبه ذلك أن يحلق شعر رأسه ,أو عانته ,وأن يقص أظفاره ,أو شاربه أو ينتف إبطه ,أو يستاك يفعل ذلك خارج المسجد لا داخله فإنه مكروه لحرمة المسجد ,وإن جمع ذلك فى ثوبه وألقاه خارجه قاله فى المدونة (شرح مختصر خليل، ج ٢، ص ٢٧٦، باب الاعتكاف)

[1] فى حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُعْتَكِفًا وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ، قَالَتْ فَغَسَلْتُ رَأْسَهُ، وَإِنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ لَعَتَبَةُ الْبَابِ (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۵۹۸۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے، اور گھر میں صرف انسانی حاجت کے لئے ہی داخل ہوتے تھے، اور میں آپ کا سر دھو دیا کرتی تھی، اور میرے اور آپ کے درمیان دروازے کی چوکھٹ ہوتی تھی (مسند احمد)

سر دھونے کی وجہ میل کچیل کو دور کرنا اور ٹھنڈک کو حاصل کرنا بھی ہوسکتی ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس غرض کے لئے مستقلاً مسجد سے باہر نکلنا ثابت نہیں۔

اس کے علاوہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب نہیں، بلکہ سنت ہے، اور اس سنت کو پوری کرنے پر اعتکاف کی ضرورت موقوف نہیں۔

اور اسی طرح ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا ایسی ضرورت نہیں کہ جس کے لئے شریعت مستقل طور پر معتکف کو مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت دیتی ہو، اس لئے خواہ جمعہ کے دن کا مسنون غسل ہو، یا ٹھنڈک حاصل کرنے والا غسل ہو، جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اس کے لئے معتکف کو مسنون یا واجب اعتکاف کے دوران مستقل طور پر مسجد سے باہر نکلنا درست نہیں۔

مذکورہ تفصیل اور بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ معتکف کو اگر احتلام ہونے کی وجہ سے غسل واجب ہوجائے، تو اس کے لئے مسجد سے نکلنا تو بلاشبہ جائز ہے۔

لیکن اگر غسل واجب نہ ہو تو صرف جمعہ کے دن کا مسنون غسل کرنے اور گرمی کی شدت میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے مسنون اور واجب اعتکاف کے دوران مستقل طور پر غسل کی غرض سے مسجد سے نکلنا اکثر فقہائے کرام کے نزدیک جائز نہیں، البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔

لہٰذا معتکف کو مسنون یا واجب اعتکاف کے دوران جمعہ کے دن کا مسنون غسل کرنے اور اسی طرح ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے کی غرض سے مسجد سے نہیں نکلنا چاہئے۔

اور اگر گرمی کی شدت سے کسی معتکف کا بُرا حال ہو اور سخت بے چینی محسوس ہو، تو اس کے لئے مسجد ہی میں رہ

---

[1] فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

کر غسل کا ایسا انتظام کرنا چاہئے، جس سے مسجد بھی ملوّث نہ ہو، اور نمازیوں کو تکلیف نہ پہنچے، مثلاً مسجد میں کوئی بڑا برتن، ٹب یا ٹنکی وغیرہ میں غسل کیا جائے، یا کوئی پلاسٹک شیٹ وغیرہ اس طرح بچھالی جائے کہ غسل کا پانی اس کے اوپر سے بہہ کر مسجد سے باہر خارج ہوجائے۔ ل

اور اگر مسجد کی حدود میں کوئی مستقل وضو کی جگہ بنی ہوئی ہے، تو معتکف کو وہاں بیٹھ کر جمعہ کے دن اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے کی بھی اجازت ہے، کیونکہ اس صورت میں مسجد سے نکلنا نہیں پایا جاتا۔ ٢

اور اگر نہ تو مسجد میں اس طرح کی جگہ ہو، اور نہ مسجد کو ملوّث کیے بغیر مسجد میں رہتے ہوئے غسل کرنا ممکن ہو تو ایسی صورت میں بامرِ مجبوری بعض حضرات کے نزدیک اس کی گنجائش ہے کہ جب قضائے حاجت کے لئے نکلے، تو اسی کے ساتھ وضو کے بجائے جلدی سے غسل کرلے؛ لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ گنجائش انتہائی مجبوری کی صورت میں ہے، جبکہ معتکف گرمی کی شدت سے بدحال و بے چین ہو۔

اور یہ تفصیل واجب یا مسنون اعتکاف سے متعلق ہے، اگر نفل اعتکاف ہو تو پھر اس میں غسل کے لئے مسجد سے نکلنا بہرحال جائز ہے، خواہ وہ غسل جمعہ کے دن کا ہو، یا ٹھنڈک حاصل کرنے کا۔

ل اور اگر کوئی برتن یا پلاسٹک وغیرہ میسر نہ ہو، اور مسجد کی حدود میں غسل کرنے سے صفیں وغیرہ خراب نہ ہوتی ہوں، اور نمازیوں کو تکلیف بھی نہ ہوتی ہو، اور مسجد کی تلویث بھی نہ ہوتی ہو، صرف استعمال شدہ پانی مسجد کے فرش پر گرتا ہو، تو بوقتِ مجبوری و ضرورت مسجد میں اس طرح غسل کرنے کی بھی گنجائش ہے، کیونکہ دلائل کی رُو سے وضو اور غسل کا مستعمل پانی ناپاک نہیں ہے، اور صحابۂ کرام سے مسجد میں وضو کا مستعمل پانی گرانا ثابت ہے، بالخصوص جبکہ غسل تبرید کے لئے ہو، اور کوئی محدِث بھی نہ ہو، جس کی تفصیل معتکف کے وضو اور غسل کے باب میں پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔

وفی البدائع وإن غسل المعتكف رأسه فی المسجد فلا بأس به إذا لم يلوث بالماء المستعمل (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲،ص۳۲۷،كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

ولو توضأ أو اغتسل للتبرد فإن كان محدثا صار الماء مستعملا عند أبی حنيفة وأبی يوسف وزفر والشافعی؛ لوجود إزالة الحدث وعن محمد لا يصير مستعملا لعدم إقامة القربة، وإن لم يكن محدثا لا يصير مستعملا بالاتفاق على اختلاف الأصول(بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، ج۱،ص۶۹،كتاب الطهارة،فصل فی الطهارة الحقيقية)

٢ وفی الخلاصة وغيرها ويكره الوضوء والمضمضة فی المسجد إلا أن يكون موضع فيه اتخذ للوضوء ولا يصلی فيه(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲،ص۳۷،كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

وله الغسل والوضوء والاغتسال فی المسجد إذا لم يلوث المسجد عند الحنفية والحنابلة. وعند الشافعية إن أمكنه الوضوء فی المسجد لا يجوز له الخروج فی الأصح، والثانی يجوز(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵ص۲۲۰، مادة"اعتكاف")

اور اگر کوئی شخص واجب اعتکاف کی نذر ماننے کے وقت زبان سے اس غرض کے لئے نکلنے کی شرط لگالے یا استثناء کرلے، یا کوئی مسنون اعتکاف شروع کرنے کے وقت ہی (نہ کہ شروع کرنے کے بعد) یہ نیت کرلے کہ وہ جمعہ کے دن مسنون غسل کے لئے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے کی غرض سے مسجد سے نکلا کرے گا، تو پھر اس کو اس غرض سے نکلنا جائز ہوجائے گا، مگر اس صورت میں اس کا اعتکاف نفل واقع ہوگا، جیسا کہ اعتکاف میں شرط لگانے اور استثناء کرلینے کے مسئلہ کی تحقیق میں ذکر کیا گیا۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعُلَمُ وَعِلُمُہٗ اَتَمُّ وَاَحُکَمُ

محمد رضوان

۲۴/رجب المرجب/۱۴۳۳ھ۔15/جون/2012ء بروز جمعہ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

* 1 دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

اچھے اور بُرے خواب (قسط۱۳)

ایک شخص کا سَر کٹنے کے بعد لڑھکتے ہوئے دیکھنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَأْسِيْ ضُرِبَ فَتَدَحْرَجَ فَاشْتَدَدْتُ عَلٰى أَثَرِهٖ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَعْرَابِيِّ: لَا تُحَدِّثِ النَّاسَ بِتَلَعُّبِ الشَّيْطَانِ بِكَ فِيْ مَنَامِكَ. وَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ، يَخْطُبُ فَقَالَ: لَا يُحَدِّثَنَّ أَحَدُكُمْ بِتَلَعُّبِ الشَّيْطَانِ بِهٖ فِيْ مَنَامِهٖ (مسلم، رقم الحديث ۲۲۶۸ "۱۵")

ترجمہ: ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے کہا کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ گویا کہ میرا سَر الگ کردیا گیا ہے، پھر وہ لڑھکتا ہوا جا رہا ہے اور میں اس کے پیچھے پیچھے دوڑ رہا ہوں، تو رسول اللہ نے دیہاتی سے فرمایا کہ تم اپنے ساتھ خواب میں شیطان کے کھیلنے کو لوگوں کے سامنے بیان نہ کیا کرو، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بعد خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے ساتھ خواب میں شیطان کے کھیلنے کو (کسی دوسرے سے) بیان نہ کرے (مسلم)

بعض روایات میں اس طرح کا خواب دیکھنے کے بعد اعوذ باللہ پڑھ لینے کا بھی ذکر ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنَّ رَأْسِيْ قُطِعَ، فَهُوَ يَتَجَحْدَلُ ، وَأَنَا أَتْبَعُهُ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَاكَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا رَأٰى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يَكْرَهُهَا، فَلَا يَقُصَّهَا

عَلٰی أَحَدٍ، وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۱۱۰)

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میرا سَر کاٹ دیا گیا ہے، پھر وہ لڑھکتا ہوا جارہا ہے، اور میں اس کے پیچھے جارہا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ (خواب) شیطان کی طرف سے ہے، پس جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے، جس کو وہ ناپسند کرے، تو وہ اس خواب کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے، اور اللہ کے ذریعے سے شیطان سے پناہ طلب کرے (یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لے) (مسند احمد)

حضرت ابنِ عمر کو فرشتے کی طرف سے خواب میں تسلّی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ الرَّجُلُ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا رَأٰى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرٰى رُؤْيَا، فَأَقُصَّهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا، وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِيْ، فَذَهَبَا بِيْ إِلَى النَّارِ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ وَإِذَا فِيْهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ، فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ، قَالَ: فَلَقِيَنَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِيْ: لَمْ تُرَعْ، فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيْلًا (بخاری، رقم الحديث ۱۱۲۱)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں جب کوئی آدمی خواب دیکھتا، تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتا، مجھے تمنا تھی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھتا، تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتا اور میں ایک جوان لڑکا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میں مسجد میں سوتا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا دو فرشتوں نے مجھے پکڑا اور مجھے جہنم کی طرف لے گئے اور جہنم خم دار کنویں کی طرح خم دار تھی، جس کے دو

ستون تھے اور اس میں کچھ لوگ تھے جن کو میں نے پہچان لیا تھا، میں جہنم سے اللہ کی پناہ مانگنے لگا، پھر مجھ سے ایک دوسرا فرشتہ ملا اور مجھ سے کہا کہ آپ ڈریئے نہیں (کیونکہ آپ کو جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا) پھر اس خواب کو میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ کیا ہی اچھا آدمی ہے کاش وہ رات کی نماز (نفل) پڑھا کرتا چنانچہ اس کے بعد وہ رات کو بہت ہی کم سویا کرتے تھے (اور اکثر رات عبادت میں گزار دیا کرتے تھے) (بخاری)

بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو اس قسم کے متنبہ کرنے والے خواب دِکھائے جاتے ہیں، جن کا مقصود بندہ کو اپنے اعمال کی اصلاح اور ترقی کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کی نماز وعبادت (تہجد وغیرہ) جہنم کے عذاب سے حفاظت کا باعث ہے (کذافی: فتح الباری لابنِ حجر، ج۳ص۷،قوله باب فضل قيام الليل)

حضرت ابنِ عمر کا خواب میں جنت میں اُڑتے ہوئے دیکھنا

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ فِيْ يَدِيْ سَرَقَةً مِنْ حَرِيْرٍ، لَا أَهْوِيْ بِهَا إِلٰى مَكَانٍ فِي الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ بِيْ إِلَيْهِ، فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ، فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ، عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ أَخَاكِ رَجُلٌ صَالِحٌ، أَوْ قَالَ: إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ (بخار، رقم الحديث ۷۰۱۵، و رقم الحديث ۷۰۱۶)

ترجمہ: میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا (قیمتی) ایک ٹکڑا ہے، میں جنت کے جس مکان میں بھی جانا چاہتا ہوں وہ مجھ کو اُس کی طرف اڑا کر لے جاتا ہے، پھر میں نے اس خواب کو حضرت حفصہ سے بیان کیا، پھر حضرت حفصہ نے اس خواب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا بھائی صالح (نیک) آدمی ہے یا یہ فرمایا کہ عبداللہ صالح (نیک) آدمی ہے (بخاری)

اس خواب اور آپ ﷺ کے جواب سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت معلوم ہوئی (جاری ہے)

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾ ابو جویریہ

J $ عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق P

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط ۲۵)

حضرت یوسف کا اظہارِ عجز

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید سے رہائی سے پہلے یہ شرط لگائی تھی کہ جو الزام مجھ پر عائد کیا گیا تھا، اس کی صفائی اور معاملہ کی مکمل تحقیق سے پہلے میں قید سے رہائی کو اس لئے پسند نہیں کرتا کہ عزیز اور بادشاہِ مصر کو پورا یقین ہو جائے کہ میں نے کوئی خیانت نہیں کی تھی، بلکہ مجھ پر جو الزام لگایا گیا تھا، وہ سراسر جھوٹا تھا، اس جملہ میں چونکہ اپنی برائت اور پاکبازی کا ذکر ایک ضرورت کی وجہ سے ہو رہا تھا، جو بظاہر اپنے نفس کے تزکیہ اور پاکی کا اظہار ہے، اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ [۱]

اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی برائت کے اظہار کے ساتھ ہی اس حقیقت کا بھی اظہار کر دیا کہ میرا یہ کہنا اپنے تقویٰ اور پاکبازی کا جتلانا نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کا نفس اس کو برے کاموں ہی کی طرف مائل کرتا ہے، سوائے اس شخص کے جس پر میرا رب اپنی رحمت فرما کر اس کے نفس کو برے تقاضوں سے پاک کرے۔ [۲]

---

[۱] جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

الم تر الی الذین یزکون انفسھم. بل اللہ یزکی من یشاء.

یعنی ''کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے کہ وہ جس کو چاہیں پاک قرار دیں۔

اور سورہ نجم میں ارشاد ہے کہ:

فلا تزکوا انفسکم .ھو اعلم بمن اتقی.

یعنی ''تم اپنے نفس کی پاکی کے مدعی نہ بنو، اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں کہ کون واقعی پرہیزگار و متقی ہے''

[۲] **إن النفس یعنی ان النفس الحیوانی المنبعث من العناصر الاربعۃ -التی ھی مرکب للقلب والروح وغیرھما من لطائف عالم الأمر -التی مقرھا فوق العرش لأمارۃ بالسوء من حیث انھا بالطبع مائلۃ الی الشھوات والرذائل التی ھی من خصائص العناصر الاربعۃ -کالغضب والکبر الذین ھما مقتضی عنصر النار - والدناءۃ والخسۃ مقتضی الأرض -والتلون وقلۃ الصبر مقتضی الماء -والھزل واللھو مقتضی الھواء (التفسیر المظھری، ج۵ ص ۱۷۱، سورۃ یوسف)**

خلاصہ یہ کہ ایسی بڑی آزمائش کے وقت میرا گناہ سے بچ جانا یہ میرا کوئی ذاتی کمال نہیں تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور دستگیری کا نتیجہ تھا، اگر وہ میرے نفس سے رذیل اور بری خواہشات کو نہ نکال دیتے، تو میں بھی ایسا ہی ہوجاتا، جیسے عام انسان ہوتے ہیں کہ خواہشاتِ نفسانی سے مغلوب ہوجاتے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِىۡ‌ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىۡ‌ ؕ اِنَّ رَبِّىۡ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ (سورۃ یوسف، آیت ۵۳)

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا، بے شک نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔ بے شک میرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بندہ کی عصمت اور گناہوں سے بچنا سب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عنایت پر موقوف ہے، نفس کے ذاتی شر سے محفوظ رہنا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی حفاظت کے بغیر ممکن نہیں۔ [1]

---

[1] اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نفسِ انسانی برے کاموں ہی کا تقاضا کرتا ہے، لیکن سورہ قیامہ میں نفسِ انسانی کو "لوامہ" کا لقب دے کر اس کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے، اور سورہ فجر میں اسی نفسِ انسانی کو نفسِ مطمئنہ کا لقب دے کر جنت کی بشارت دی ہے۔

اس طرح نفسِ انسانی کو ایک جگہ "امارۃ بالسوء" کہا گیا ہے، دوسری جگہ "لوامہ" تیسری جگہ "مطمئنہ"

مفسرین نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ ہر نفسِ انسانی اپنی ذات میں "امارۃ بالسوء" یعنی برے کاموں کا تقاضا کرنے والا ہے، لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ، آخرت کے خوف سے اس کے تقاضے کو پورا نہ کرے، تو اس کا نفس "لوامہ" بن جاتا ہے، یعنی برے کاموں پر ملامت کرنے والا، اور ان سے توبہ کرنے والا، جیسے عام صلحائے امت کے نفوس ہیں۔

اور جب کوئی انسان نفس کے خلاف مجاہدہ کرتے کرتے اپنے نفس کو اس حالت میں پہنچادے کہ برے کاموں کا تقاضا ہی اس میں نہ رہے، تو وہ نفس "مطمئنہ" ہوجاتا ہے، اولیائے امت کو یہ حال مجاہدہ وریاضت سے حاصل ہوسکتا ہے، اور پھر بھی اس حالت کا ہمیشہ رہنا یقینی نہیں ہوتا، اور انبیائے کرام علیہم السلام کو خود بخود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہی نفسِ مطمئنہ بغیر کسی مجاہدہ کے نصیب ہوتا ہے، اور ہمیشہ اسی حالت پر رہتا ہے۔

اس طرح نفس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین طرح کے افعال اس کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔

واختلفوا فی النفس الأمارة بالسوء ما هی فالذی علیه أکثر المحققین من المتکلمین وغیرهم أن النفس الإنسانیة واحدة ولها صفات :منها الأمارة بالسوء ، ومنها اللوامة، ومنها المطمئنة فهذه الثلاث المراتب هی صفات لنفس واحدة فإذا دعت النفس إلی شهواها مالت إلیها فهی النفس الأمارة بالسوء فإذا فعلتها أتت النفس اللوامة فلامتها علی ذلک الفعل القبیح من ارتکاب الشهوات ویحصل عند ذلک الندامة علی ذلک الفعل القبیح وهذا من صفات النفس المطمئنة، وقیل :إن النفس أمارة بالسوء بطبعها فإذا تزکت وصفت من أخلاقها الذمیمة صارت مطمئنة(تفسیر الخازن، ج۲ ص ۵۳۴، سورۃ یوسف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور میں یہ کچھ کہہ رہا ہوں کہ میں نے کسی قسم کی خیانت نہیں کی، اس سے مقصود اپنی پاکی وصفائی اور خودستائی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنی رحمت اور توفیق سے مجھے نفس کے شر سے محفوظ رکھا۔ (جاری ہے............)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

آیت کے آخری جملہ ''ان ربی غفور رحیم'' میں لفظ ''غفور'' میں اس طرف اشارہ ہے کہ نفسِ امارہ جب اپنی خطاء پر نادم ہو کر توبہ کرے، اور نفسِ لوامہ بن جائے، تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت بڑی ہے، وہ معاف فرما دیں گے، اور لفظِ ''رحیم'' میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس شخص کو نفسِ ''مطمئنہ'' نصیب ہو، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کا نتیجہ ہے۔

إن ربی غفور رحیم یغفر هم النفس وخطراتها ویرحم من یشاء بالعصمة -او یغفر المستغفر لذنبه المعترف علی نفسه ویرحمه ما استغفره واسترحمه(التفسیر المظهری، ج۵ص ۱۷۲، سورة یوسف)

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن (صفحات:604)

ماہِ رمضان کے فضائل واحکام

''ماہِ رمضان'' اور اس سے متعلق فضائل واحکام، منکرات وبدعات

رمضان کے مہینہ کے فضائل واحکام، چاند کے فضائل واحکام، روزہ کے فضائل واحکام، سحری کے فضائل واحکام، افطاری کے فضائل واحکام، لیلۃ القدر کے فضائل واحکام اور ان سے متعلق رائج منکرات واصلاحات، تراویح اور مسنون اعتکاف کی فضیلت واہمیت

مصنّف: مفتی محمد رضوان

(صفحات:320)

نفل، سنت اور واجب

اعتکاف کے فضائل واحکام

نفل ومستحب، مسنون اور واجب اعتکاف کے تفصیلی فضائل واحکام، نفل ومستحب اعتکاف کی فضیلت اور اُس کے اوقات واحکام، مسنون اعتکاف کی فضیلت اور اُس کے اوقات واحکام واجب اعتکاف کی حقیقت اور اُس کی اقسام واحکام، اور متعلِقہ تحقیقی مسائل پر مفصَّل ومدلَّل کلام

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

طب وصحت مفتی محمد رضوان

کلونجی (Black Cumin) کے فوائد وخواص (قسط۴)

شوگر کا مرض آج کل عام ہے، اس مرض کے لئے درجِ ذیل نسخہ انتہائی مفید ہے:

کلونجی، تخم سرس، گوند کیکر، تمبہ خشک۔

ان تمام چیزوں کو ہم وزن لے کر باریک پیس لیں، اور مکمل سائز کے کیپسولوں میں بھر لیں، اور صبح شام دو مرتبہ اور زیادہ ضرورت ہونے کی صورت میں دن میں تین چار مرتبہ ایک ایک کیپسول استعمال کریں (ملاحظہ ہو: کلونجی کے کرشمات، صفحہ ۳۹؛ مؤلفہ: حکیم محمد طارق محمود چغتائی، ادارہ مطبوعاتِ سلیمانی، اُردو بازار، لاہور)

سر کے بالوں کی افزائش اور زیبائش کے لئے درجِ ذیل نسخے بہت مؤثر اور مفید ثابت ہوے ہیں:

پہلا نسخہ: اسپغول ثابت ایک چھٹانک ایک کلو پانی میں رات کو بھگو دیں، اور صبح اچھی طرح مَل کر اس کا لعاب کسی موٹے کپڑے میں چھان لیں، اور اس میں آدھی چھٹانک کلونجی باریک میدے کی طرح پسی ہوئی شامل کر کے سر کے بالوں کی جڑوں میں اچھی طرح لگائیں، تین چار گھنٹے تک یہ لوشن بالوں میں لگا رہنے دیں، اور اس کے بعد تازہ پانی سے سر کو دھولیں۔

کچھ عرصہ مسلسل اس کے استعمال سے بالوں کا گرنا بند ہوجاتا ہے، اور بالوں کی افزائش وزیبائش میں بھی اضافہ ہوتا ہے (ایضاً صفحہ ۴۱)

دوسرا نسخہ: کلونجی باریک پسی ہوئی آدھی چھٹانک، بیری کے سبز پتے ایک پاؤ۔

دونوں کو آپس میں ملا کر خوب کوٹ لیں، اور جب کوٹتے کوٹتے لیپ کی طرح تیار ہوجائے، تو بقدرِ ضرورت پانی شامل کر کے بالوں کی جڑوں میں اس لیپ کو لگائیں، تین چار گھنٹے تک یہ لوشن بالوں میں لگا رہنے دیں، اور اس کے بعد تازہ پانی سے سر کو دھولیں۔

یہ نسخہ بالوں کے تمام امراض کے لئے مفید ومؤثر ہے (ایضاً صفحہ ۴۱،۴۲)

تیسرا نسخہ: بیری کے پتے ایک پاؤ، کلونجی آدھی چھٹانک۔

اِن دونوں چیزوں کو تقریباً چار کلو پانی میں ابال کر ہلکا نیم گرم کر کے اس سے روزانہ سر کو دھوئیں، اور سر میں

یہی پانی لگا رہنے دیں، تا کہ سر میں یہ پانی جذب ہوتا رہے۔

اگر چند ماہ تک اس نسخہ کا مسلسل استعمال کیا جائے، تو سر کے گنجے پن کے لئے بے حد مفید ہے (ایضاً صفحہ ۴۲)

چوتھا نسخہ: انڈے کی زردی کا تیل دو بڑے چمچ، کلونجی باریک پسی ہوئی آدھا چمچ۔

دونوں چیزوں کو ملا کر سر پر اچھی طرح مالش کریں۔

یہ نسخہ سر کے گنجے پن کو دور کرنے کے لئے مفید ہے، اس کے علاوہ بال خورے کے لئے بھی بے حد مفید ہے، خواہ بال خورے کا مرض سر میں ہو یا ڈاڑھی میں یا بھنوؤں میں (ایضاً صفحہ ۴۲)

اگر کسی کو برص کی بیماری ہوگئی ہو، جس میں جلد پر سفید سفید داغ پیدا ہو جاتے ہیں، اور وہ آہستہ آہستہ بڑھتے جاتے ہیں، جس کے نتیجہ میں بعض اوقات پورے جسم پر چھا جاتے ہیں، اس مرض کے لئے درجِ ذیل نسخہ کے استعمال سے اکسیری اور یقینی فوائد نمودار ہوئے ہیں:

کلونجی ایک کلو، سبز ہلدی ایک کلو، نیم کی نمولی ادھ کُٹی ہوئی پانچ کلو، مجیٹھ ایک کلو، گُل منڈی ایک کلو۔

ان تمام چیزوں کو ایک من پانی میں بھگو دیں، دس دن بھگوئے رہنے کے بعد ان سب چیزوں کا عرق کشید کر لیں، اور پانچ تولے عرق صبح اور شام تین ماہ تک پلائیں۔

اور انڈے کی زردی کے تیل اور باریک پسی ہوئی کلونجی کا لیپ متاثرہ جلد پر لگائیں۔

یہ نسخہ کوڑھ پن کی بیماری کے لئے بھی انتہائی مفید ہے (ایضاً صفحہ ۴۳)

اس کے علاوہ برص کی بیماری کے لئے درجِ ذیل نسخہ بھی مفید ثابت ہوا ہے۔

کلونجی اور باوچی کو ہم وزن کوٹ پیس کر دو سے تین گرام صبح شام مندرجہ بالا عرق کے ہمراہ استعمال کرائیں (ایضاً صفحہ ۴۴)

اصلاح شدہ ایڈیشن

پیارے بچو

چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے اسلامی باتیں۔ دلچسپ کہانیاں، مفید قصّے، سچّے واقعات
بچپن کی زندگی گزارنے کے آداب اور کھیلنے کودنے کے اچھے طریقوں پر مشتمل
مختلف ومتفرق دلچسپ مضامین کا مجموعہ
مصنف: مفتی محمد رضوان

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز H

r ......۳۰/رجب جمعرات قاری عابد صاحب کے مدرسہ فیض القرآن میں مولانا محمد ناصر صاحب نے حفظ کا سالانہ امتحان لیا۔

r ......جمعہ/ ۸/ ۱۵/ ۲۲/ ۲۹ شعبان کوحسبِ معمول متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے ہوئے۔

r ......۱۰/ ۱۷/ ۲۴ شعبان اتوار دن دس بجے حضرت مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس مسجدِ غفران میں منعقد ہوتی رہی۔

r ......۷/ شعبان جمعرات صبح آٹھ بجے شعبہ حفظ کی جماعتوں کا سالانہ امتحان ہوا، امتحان کے بعد اتوار دس شعبان تک تین یوم کی چھٹیاں شعبۂ حفظ میں دی گئیں۔

r ......۱۴/شعبان بروز جمعرات بعد عصر مولانا عبدالسلام صاحب اور مولانا طارق محمود صاحب، کاغان، ناران کے تفریحی دورہ پر روانہ ہوئے، ہفتہ ۱۶/ شعبان بعد عشاء واپسی ہوئی۔

r ......۱۷/ شعبان اتوار صبح آٹھ بجے حفظ کے علاوہ باقی قرآنی درجات بنین وبنات کے (عصر تک) سالانہ امتحانات ہوئے۔

r ......۱۸/ شعبان پیر مدیر صاحب جناب دلدار حسین صاحب کے یہاں ظہرانے پر مدعو رہے، مولانا محمد ناصر ہمراہ تھے۔

r ......۲۲/ شعبان جمعہ مدیر صاحب نے مسجد عثمانیہ (محلّہ ہری پورہ) میں صبح دس بجے اپنے ایک عزیز حافظ اویس صاحب کا نکاح پڑھایا، اور رات کو اُن کے عشائیہ میں شرکت فرمائی۔

r ......۲۴/ شعبان اتوار بعد ظہر ہفتہ وار بزمِ ادب کی مجلس میں قرآنی شعبہ جات کے سالانہ امتحان کے نتائج سنائے گئے، نمایاں درجہ میں کامیاب ہونے والے طلبہ وطالبات کو انعامی کتب دی گئیں۔

r ......۲۴/ شعبان بعد عصر شعبہ حفظ کے طلباء کے لئے ہفتہ وار اصلاحی مجلس منعقد ہوئی۔

r ......۲۵/ شعبان پیر دن گیارہ بجے بندہ امجد جناب عمران رشید صاحب کے یہاں مدرسۃ البنات میں سمر کیمپ کی اختتامی تقریب میں بیان کے لئے حاضر ہوا، بیان کے بعد دینی مسائل کے سوال وجواب کی نشست ہوئی۔

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

? 21 / جون 2012ء، بمطابق ۳۰ رجب المرجب 1433ھ: پاکستان: آزاد کشمیر کا 49 ارب 59 کروڑ کا ٹیکس فری بجٹ پیش، تنخواہوں، پنشن میں 20 فیصد اضافہ ? 22 / جون: پاکستان: پاکستان: مخدوم شہاب الدین کے وارنٹ گرفتاری جاری، گرفتاری کے لئے چھاپہ، پیپلز پارٹی امیدوار کی تبدیلی پر مجبور، حتمی اعلان آج ہوگا ? 23 / جون: پاکستان: راجہ پرویز اشرف 211 ووٹ لے کر وزیراعظم منتخب، 38 رکنی کابینہ سمیت حلف اٹھالیا ? 24 / جون: پاکستان: کوئٹہ دوکان میں گھس کر فائرنگ، کانسٹیبل سمیت 8 افراد جاں بحق ? 25 / جون: پاکستان: 26 اپریل 19 جون تک، گیلانی کے اقدامات کو صدارتی تحفظ مل گیا، آرڈیننس جاری ? 26 / جون: پاکستان: گلگت بلتستان کا 19 ارب روپے کا ٹیکس فری بجٹ پیش، تنخواہوں میں 20 فیصد اضافہ ? 27 / جون: پاکستان: لاپتہ افراد کیس، 1035 رہا، سینکڑوں فوج کے حراستی مراکز منتقل کردیئے گئے ? 28 / جون: پاکستان: سوئس حکام کو خط، دوعہدوں کا معاملہ، وزیراعظم کو 2 جولائی، صدر کو 5 ستمبر تک مہلت ? 29 / جون: پاکستان: کوئٹہ، زائرین کی بس پر خودکش حملہ، 13 جاں بحق ? 30 / جون: پاکستان: لاہور، ینگ ڈاکٹرز ہڑتال پر قائم، ہسپتالوں میں دفعہ 144 نافذ، ہڑتالیوں کی گرفتاری اور نئی بھرتیوں کا فیصلہ ? یکم/ جولائی: پاکستان: پیٹرول 5.02 ڈیزل 2.86 روپے فی لیٹر، سی این جی 4.59 روپے کلو تک سستی، گھریلو گیس 51 فیصد تک مہنگی ? 02 / جولائی: پاکستان: لاہور، ہڑتالی ڈاکٹروں کی گرفتاریاں شروع، 24 برطرف، بلیک لسٹ کا فیصلہ ? 03 / جولائی: پاکستان: لاہور، ڈاکٹرز کی ہڑتال جاری، مزید 17 مریض دم توڑ گئے ? 04 / جولائی: پاکستان: پاکستان کے جانی نقصان پر افسوس ہے، ہیلری، امریکہ کی معذرت کے بعد نیٹو سپلائی بحال ? 05 / جولائی: پاکستان: وفاقی کابینہ نے نیٹو سپلائی بحالی کی توثیق کردی، توہینِ عدالت بل، دہری شہریت پر آئینی ترمیم کا مسودہ منظور ? 06 / جولائی: پاکستان: ایل پی جی اوسطاً 27 روپے کلو سستی کردی گئی، مقامی 83.30 روپے، درآمدی 96.27 روپے، اور مکس کی قیمت 88 روپے 40 پیسے مقرر ? 07 / جولائی: پاکستان: میرانشاہ: نیٹو سپلائی بحالی کے بعد 2 ڈرون حملے، 21 جاں بحق ? 08 / جولائی: پاکستان: کوتاہی برتنے پر انتخابی افسروں واہلکاروں کو 2 سال قید ہوگی، الیکشن کمیشن کا فیصلہ ? 09 / جولائی: پاکستان: لاہور، ینگ ڈاکٹروں نے ہڑتال ختم کردی، سروس سٹرکچر کے لئے جدوجہد جاری رکھنے کا اعلان ? 10 / جولائی: پاکستان: گجرات، پاک فوج کے ریسکیو کیمپ پر حملہ، 7 جوان، ایک پولیس اہلکار شہید، 4 زخمی ? 11 / جولائی: پاکستان: سپریم کورٹ، بلوچستان سے لاپتہ تمام افراد ایک ہفتے میں پیش کرنے کا حکم، آئی جی ایف سی آج طلب ? 12 / جولائی: پاکستان: توہینِ عدالت بل سینٹ سے بھی منظور

﴿بقیہ صفحہ ۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں﴾